

# انتظار کا صحیح مفہوم

آیۃ اللہ محمد مہدی آصفی مدظلہ العالی

ترجمہ: مولانا سید کیل اصغر زیدی

یہ کتاب برقی شکل میں نشر ہوئی ہے اور شبکہ الامامین الحسین (علیہما السلام) کے گروہ علمی کی نگرانی میں اس کس فنس طور پر تصحیح اور تنظیم ہوئی ہے

انتظار کا صحیح مفہوم  
آیة اللہ محمد مہدی اصفی مدظلہ العالی

ترجمہ: مولانا سید کبیر اصفہر زیدی

## حرف اول

جب آفتاب عالم تاب افق پر نمودار ہوتا ہے تو کائنات کی ہر چیز اپنی صلاحیت و ظرفیت کے مطابق اس سے فیض یاب ہو تے ہیں۔ حتیٰ کہ ننھے ننھے پودے اس کی کرنوں سے سبزی حاصل کرتے ہیں، غنچے اور کلیاترنگ و نکلہدا پیدا کر لے تے ہیں، تاریکیاں کافور اور کوچہ-وراء اجالوں سے پر نور ہو جاتے ہیں۔

چنانچہ متمدن دنیا سے دور عرب کی سنگلاخ وادوں میں قدرت کی فیاضیوں سے جس وقت اسلام کا سورج طلوع ہوا، دنیا کی ہر فرد اور ہر قوم نے قوت و قابلیت کے اعتبار سے فیض اٹھایا۔

اسلام کے مبلغ و مومس سرور کائناتؐ حرا سے مشعل حق لے کر آئے اور علم و آگہی کی پیاسی ایک دنیا کو چشمہ حق و حقیقت سے سیراب کر دیا، آپ کے تمام الہی پیغامات ایک ایک عقیدہ اور ایک ایک عمل، فطرت انسانی سے ہم آہنگ ارتقاء بشریت کس ضرورت تھدا اس لئے تمیزیں برس کے مختصر سے عرصے میں ہی اسلام کی عالم تاب شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں اور اس وقت دنیا پر حکمران ایران و روم کی قدیم تہذیبیں اسلامی اقدار کے سامنے ماند پڑ گئیں، وہ تہذیبی اصنام صرف جو دیکھنے میں اچھے لگتے ہیں اگر حرکت و عمل سے عاری ہوں اور انسانیت کو سمت دینے کا حوصلہ ولولہ اور شعور نہ رکھتے ہوں تو مذہب عقل و آگاہی سے روبرو ہونے کی توانائی کھو دیتے ہیں یہی وجہ ہے ایک چوتھائی صدی سے بھی کم مدت میں اسلام نے تمام ادیان و مذہب اور تہذیب و روایات پر غلبہ حاصل کر لیا۔

اگر چہ رسول اسلام کی یہ گراں بہا میراث کو جس کی اہلبیت اور ان کے پیرووں نے خود کو طوفانی خطرات سے گزار کر حفاظت و پاسبانی کی ہے، وقت کے ہاتھوں خود فرزندان اسلام کی بے توجہی اور ناقدری کے سبب ایک طویل عرصے کے لئے تنگنائیوں کا شکار ہو کر اپنی عمومی افلیت کو عام کرنے سے مرحوم کر دی گئی تھی، پھر بھی حکومت و سیاست کے عتاب کی پروا کئے بغیر مکتب اہلبیت نے اپنا چشمہ فیض جاری رکھا، چودہ سو سال کے عرصہ میں بہت سے ایسے جلیل القدر علما اور دانشور دنیا اسلام کو پیش کئے جنہوں نے بیرونی افکار و نظریات سے متاثر اسلام و قرآن مخالف فکری و نظری موجوں کی زد پر اپنی حق آگین تحریروں اور تقریروں سے مکتب اسلام کی پشت پناہی کی ہے ہر دور اور زمانہ میں ہر قسم کے شکوک و شبہات کا ازالہ کیا ہے۔

خاص طور پر عصر حاضر میں اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد ساری دنیا کی نگاہیں ایک بار پھر اسلام و قرآن اور مکتب اہلبیت کی طرف اٹھی اور گڑھی ہوئی ہیں، دشمنان اسلام اس فکری و معنوی قوت و اقتدار کو توڑنے کیلئے اور دوستداران اسلام اس سزہی اور ثقافتی موج کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑنے اور کامیاب و کامران زندگی حاصل کرنے کے لے بے چین و بے تاب ہے۔ یہ زمانہ علمی و فکری مقابلہ کا زمانہ ہے اور جو مکتب بھی تبلیغ اور نشر و اشاعت کے بہتر طریقوں سے فائدہ اٹھا کر انسانی عقل و شعور کو جذب کرنے والے افکار و نظریات دنیا تک پہنچائے گا وہ اس میدان میں آگے نکل جائے گا۔

مجمع جہانی اہلبیت علیہم السلام (عالمی اہلبیت کونسل) نے بھی مسلمانوں خاص طور پر اہلبیت عصمت و طہارت کے پیرووں کے درمیان ہم فکری و یکجہتی کو فروغ دینا وقت کی ایک اہم ضرورت قرار دیتے ہوئے اس راہ میں قدم اٹھایا ہے کہ اس نورانی تحریک میں بہتر انداز سے اپنا فریضہ ادا کرے۔

موجودہ دنیائے بشریت جو قرآن و عترت کے صاف و شفاف معارف کی پیاسی ہے، زیادہ سے زیادہ عشق و معنویت سے سرشار اسلام کے اس مکتب عرفان و ولایت سے سیراب ہو سکے۔ ہمیں یقین ہے، عقل و خرد پر استوار ماہرانہ انداز میں اگر اہلبیت عصمت و طہارت کی ثقافت کو عام کیا جائے اور حرمت و بیداری کے علم بر دار خاندان نبوت و رسالت کی جاودا میراث، اپنے صحیح خسر و خصال میں دنیا تک پہنچا دی جائے تو اخلاق و انسانیت کی دشمن، انانیت کی شکار، سامراجی خو خواروں کی نام نہاد تہذیب و ثقافت اور عصر حاضر کی ترقی یافتہ جہالت سے تھکی ماندی اومیت کو، امن و نجات کی دعوتوں کے ذریعہ امام عصر کی عالمی حکومت کے استقبال کے لئے تیار کیا جا سکتا ہے۔

ہم اس راہ میں تمام علمی و تحقیقی کوششوں کیلئے محققین و مصنفین کے شکر گزار ہیں اور خود کو موافقین و متبرجمین کا اونس خدمت گار تصور کرتے ہیں۔ زیر نظر کتاب، مکتب اہلبیت علیہم السلام کی ترویج و اشاعت اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے آیۃ اللہ محمد مہدی اصفہمدظلہ العالی کی گراں قدر کتاب الاغظار الموحجہ کو فاضل جلیل مولانا سید کمال اصغر زیدی نے اردو زبان میں اپنے ترجمہ سے راستہ کیا ہے جس کے لئے ہم ان تمام حضرات کے شکر گزار اور مزید توفیقات کے ارزومند ہیں۔ اس منزل میں ہم اپنے ان تمام دوستوں اور معاونین کا بھی صمیم قلب سے شکر یہ ادا کرتے ہیں کہ جنہوں نے اس کتاب کے منظر عام تک آنے میں کسی بھی عذراں سے زحمت اٹھائی ہے خدا کرے کہ ثقافتی میدان میں یہ اونٹنی جہاد رضائے مولیٰ کا باعث قرار پائے۔

والسلام مع الاکرام

مدیر امور ثقافت : مجمع جہانی اہلبیت علیہم السلام

## مقدمہ

اللہ تعالیٰ کے نیک بندے زمین کی اس وراثت کے معتظر ہیں جس کا وعدہ خدا نے اپنے بندوں سے اس لیے کریمہ میں کیا ہے: ( وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ )<sup>(1)</sup> اور ہم نے زبور کے بعد ذکر میں بھی لکھ دیا ہے کہ ہماری زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہی ہوں گے۔ ”

اسی کے مانند رسول اللہ نے ان سے یہ وعدہ فرمایا ہے: ”أبشركم بالمهدى يبعث فى امتى على اختلاف من الناس وزلازل فىملاً الارض قسطاً وعدلاً كما ملئت ظلماً وجوراً“<sup>(2)</sup>

”میں تمہیں مہدی کی بشارت دیتا ہوں جو میری امت کے درمیان اس وقت بھیجا جائے گا جب لوگوں کے درمیان اختلاف اور بے ثباتی کی کیفیت ہوگی، اور وہ زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔“

بعض لوگ اسی خیال میں لگن ہیں کہ انتظار کا مطلب تلخ حقیقت سے فرار اور مستقبل کے خواب دیکھنا ہے کہ جب ظلم و جور سے بھری ہوئی دنیا عدل و انصاف سے بھر جائے گی۔

(1) اہلبیاء/105

(2) مسند احمد بن حنبل، ج/3، ص/393، ح/10746

اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ زمانہ یقیناً آئے گا کیونکہ خداوند عالم نے اس کا وعدہ فرمایا ہے ، اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا ہے، بلکہ اختلاف اس بارے میں ہے کہ انتظار کا انداز کیا ہونا چاہئے؟ کیونکہ انتظار کا مطلب آئندہ پیش آنے والے مشکلات سے فرار یا ان کی تبدیلی کے خواب دیکھنا اور اسی خواب کو کافی سمجھ لینا نہیں ہے۔

بلکہ یہ ایک ایسا انتظار ہے جس میں نقل و حرکت اور تبدیلی کے درمیان اعضاء جسمانی جیسا رابطہ پایا جاتا ہے یا یہ ایسا انتظار ہے جس میں جدوجہد کے ذریعہ اسے اس حقیقت میں تبدیل کر دیا جائے گا کہ جس کے بعد زمین پر اللہ کے نیک بندوں کی وراثت مسلم ہو جائے گی۔

مولف محترم نے اپنے انداز فکر کے اعتبار سے انتظار کے بارے میں تحقیق کی ہے فاضل مولف کا نظریہ ہے کہ، ”انتظار اور حرکت کے درمیان اعضاء بدن جیسا مضبوط رابطہ پایا جاتا ہے کیونکہ انتظار کا نتیجہ حرکت ہے اور وہ اس کا محافظ و نگہبان ہے“ اس کے بعد یہ گفتگو مزید آگے بڑھتی ہے تو اس میں یہ موضوعات سامنے آتے ہیں: غیر دینی مکاتب فکر میں انتظار کا عقیدہ، مسئلہ انتظار لا مذہب مکاتب فکر کی روشنی میں، انتظار کے بارے میں اسلام سے پہلے موجود ادیان کا نظریہ، مسئلہ انتظار اہل سنت کی نظر میں، احادیث انتظار، شیعہ امامیہ کی نظر میں، انتظار اور اس کی تہذیبی (سماجی) قدر و قیمت کیا ہے؟، انقلاب سنن الہیہ اور غیبی امدادوں کا کردار، روایتوں میں ظہور کی تیاری کرنے والی جماعتوں کا تذکرہ، راہ ہموار کرنے والوں کے امتیازات اور خصوصیات، ظہور کی تیاری کا طریقہ، زمین ہموار کئے جانے کا طریقہ (ظہور کی تیاری کے لئے مختلف چیلنج)، روایتوں میں جماعت انصار کا تذکرہ، طالقان کے جوان مرد، امام کے جوان اصحاب، امام کے انصار کی تعداد، امام کے انصار کے صفات، ”انتظار“ کے دوران ہماری ذمہ داریاں، شکوہ و دعا، بمقصد انتظار (معقول انتظار)، مسئلہ انتظار کس صحیح وضاحت، معطر کون، ہم یا امام؟ انتظار کی قدر و قیمت، دوڑ دھوپ اور انتظار کا پسے رابطہ، تحریر کی عمل، تحریر کی عمل کا ٹیکس، تحریر کی ایک فریضہ، انسانی کمزوری، تباہی سے محفوظ رہنے کا طریقہ۔



مولف محترم نے پھر یہ سوال اٹھایا ہے کہ: انتظار کس کو ہے؟ ہمیں یا امام کو؟ اور پھر جواب دیتے ہیں: کہ انتظار دونوں کو ہے امام کو ہماری جدوجہد، قیام، استقامت اور ہمارے جہاد کا انتظار ہے۔ نہ کہ بیکار اور معطل بیٹھے رہنے کا۔ اور اسی سے انتظار کس عظیم قدر و قیمت کا صحیح اندازہ ہوتا ہے جس کے بارے میں ہمیں رسول خدا نے آگاہ کیا ہے: ”افضل اعمال امتی الا انتظار“ میری امت کا سب سے اہم عمل انتظار کرنا ہے۔“

اسی بنا پر محقق بصیر نے تحریک حرکت اور انتظار کے باہمی رابطے کے بارے میں گفتگو کو آگے بڑھایا ہے، اور آپ کا نظریہ ہے کہ قرآن مجید نے تحریک و حرکت کو اہم فریضہ قرار دیا ہے اور مسلمانوں کو متوجہ کیا ہے کہ اپنے حالات خود تبدیل کریں۔ شکر کا نام و نشان مٹا کر اس کی جگہ توحید کا پرچم لہرائیں، تبلیغ دین کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو دور کریں۔ اور یہ سب اسی وقت ممکن ہے کہ جب انسان خود اپنے کو تباہی و بربادی اور تنزلی کے اسباب سے محفوظ رکھے۔

مولف محترم نے انسان کی حفاظت کرنے والے ان اسباب کی وضاحت بھی کی ہے اور وہ اسباب صبر و نماز سے استمداد، ولایت و محبت، میراث، انتظار اور ارزوئیں۔

اس طرح مولف محقق نے نہایت سادہ الفاظ میں منطقی دلائل کے ذریعہ یہ واضح کر دیا ہے کہ قافلہ توحید کے طوفانی اور پسر مشقت سفر کے لئے انتظار ایک اہم ستون کی حیثیت رکھتا ہے۔

مرکز غدیر الدراسات الاسلامیہ

## انظار اور حرکت کا باہمی رابطہ

### مسئلہ انظار کی وضاحت

بعض لوگ، انظار ”کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ“ انظار ”سماج اور تاریخ کے کمزور اور دوکھیلے ہوئے لوگوں کی محرومیوں کی دین ہے اور انظار در اصل موجودہ مشکلات و مصائب سے بچنے کے لئے ایسے مستقبل کے تصور میں غرق ہو جاتا ہے جس میں تمام محرومین اپنے حقوق اور اپنی کھوئی ہوئی شان و شوکت کو دوبارہ حاصل کر لیں گے ایسا تصور در حقیقت ”بیداری میں خواب“ دیکھنے پر ”حقائق سے خیالات کی دنیا کی طرف فرار کرنے کے ”مانند ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ انظار کی اس تاویل او روضاحت کا علم سے دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں ہے ایسے انظار کی تاریخ کو انسانیت کے مشہور و معروف ادیان کے وسیع و عریض میدانوں میں تلاش کرنے کی کوشش کی جائے۔

### انظار لا مذہب مکاتب فکر کی روشنی میں

انظار کا تعلق فقط مذہبی مکاتب فکر سے نہیں ہے بلکہ انظار کا دائرہ مارکزم جیسے بے دین مکاتب فکر تک پھیل چکا ہے۔ برٹرانڈ راسل کا بیان ہے: ”انظار کا تعلق صرف مذاہب سے نہیں ہے بلکہ غیر مذہبی مکاتب فکر بھی ایسی شخصیت کے معطر میں جو عدل و انصاف کا پرچم لہرا کر دنیا کو نجات دے سکے۔“

انظار کے بارے میں راسل نے جو کہا ہے: انظار کا وہی مفہوم عیسائیوں کے یہاں بھی پایا جاتا ہے اسی طرح ”ٹولسٹائے“ کے نزدیک بھی انظار کا مفہوم وہی ہے جو عیسائیوں کے یہاں ہے البتہ اس روسی مفکر کے یہاں اس مسئلہ کو پیش کرنے کا انداز عیسائیوں سے قدرے مختلف ہے۔

## انتظار کے بارے میں ما قبل اسلام موجود ادیان کا نظریہ

کتاب مقدس کے عہد قدیم میں ہمیں یہ ملتا ہے: “اشرار اور ظالموں کی موجودگی سے ازرده خاطر نہ ہو۔ کیونکہ۔ ظالموں کا سلسلہ عنقریب ہی ختم ہو جائے گا اور عدل الہی کے منتظر زمین کے وارث و مالک بن جائیں گے اور قابل لعنت افراد پر اکندہ ہو جائیں گے اور نیک بندے ہی زمین کے مالک ہوں گے اور دنیا کے آخری دور تک وہی اباد رہیں گے۔”<sup>(1)</sup>

کتاب مقدس نے جس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے اسی کا تذکرہ قرآن مجید کی اس آیت میں ہے: ( **وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزُّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ** )<sup>(2)</sup> اور ہم نے زبور کے بعد ذکر میں بھی لکھ دیا ہے کہ۔ ہماری زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہی ہوں گے۔ ”

## انتظار اہل سنت کی نظر میں

صرف شیعوں کو ہی دنیا کو ظلم و جور سے “نجات دینے والے مہدی” کا انتظار

---

(1) کتاب مقدس، سفر مزامیر داود مزموور/37

(2) انبیاء/105

نہیں ہے بلکہ شیعی احادیث کی طرح اہل سنت کے یہاں بھی اس سلسلہ میں بکثرت اتنی صحیح احادیث موجود ہیں جن کے بعد کسی شک و شبہہ کا امکان باقی نہیں رہ جاتا ہے۔

اٹھویں صدی ہجری کے معروف سنی عالم اور کتاب ”العبر“ کے مقدمہ کے مولف عبد الرحمن بن خلدون کے یہ الفاظ ملاحظہ فرمائیے: ”یا د رکھو کہ ہر دور کے مسلمانوں کے درمیان یہ بات مشہور رہی ہے کہ آخری زمانہ میں اہل بیت کس ایک فرد کا ظہور ضروری ہے جو دین کی حمایت کرے گا اور عدل و انصاف کو ظاہر کرے گا، مسلمان اس کی پیروی کریں گے، تمام اسلامی ممالک کے اوپر اس کا تسلط قائم ہوگا، اس کا نام ”مہدی“ ہوگا۔ اور دجال کا خروج یا قیامت کے دوسرے آثار جو صحیح احادیث سے ثابت ہیں اور ان کے بعد حضرت عیسیٰ نازل ہوں گے اور وہ دجال کو قتل کر دیں گے یا یہ کہ حضرت عیسیٰ ان کے ساتھ نازل ہو کر دجال کو قتل کرنے میں ان کی مدد کریں گے اور پھر حضرت عیسیٰ حضرت مہدی کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔“ (1)

مدینہ اسلامی یونیورسٹی کے پروفیسر شیخ عبد المحسن العباد کہتے ہیں: ”حرم کے المناک واقعہ سے بہت سے سوالات پیدا ہو گئے ہیں انہیں سوالات کی وضاحت کے لئے بعض علماء نے ریڈیو اور دیگر ذرائع ابلاغ کے ذریعہ اس بات کی وضاحت کی ہے کہ رسول خدا سے منقول روایتیں صحیح ہیں، ان علماء میں شیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز (صدر ارادہ تعلیم و تبلیغ) نے اپنے بعض رسائل اور کتابچوں میں اس مسئلہ کو رسول اللہ کی صحیح اور مستفیض احادیث سے ثابت کیا ہے، ان علماء میں مسجد نبوی کے امام شیخ عبد العزیز بن صالح بھی شامل ہیں۔“

اس کے بعد شیخ محسن العباد تحریر کرتے ہیں کہ انہوں نے یہ رسالہ اس مسئلہ کی وضاحت کے لئے تحریر کیا ہے کہ۔ مہسری اخیر الزمان کے خروج پر صحیح روایات دلالت کرتی ہیں اور شاذ و نادر افراد کے علاوہ تقریباً سبھی علمائے اہل سنت اس کے قائل ہیں۔<sup>(1)</sup>

ایہ کریمہ: (وَإِنَّهُ لَعَلَّمَ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُونِي هَذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ) <sup>(2)</sup> کے بارے میں ابن حجر الہیتمی نے یہ تحریر کیا ہے کہ: مقاتل اور ان کا اتباع کرنے والے مفسرین کا یہ بیان ہے کہ: ”یہ بیت مہدی کے بارے میں نزول ہوئی ہے۔“ اُنسره بلسی احادیث بیان کی جائیں گی جن میں یہ صراحت موجود ہے کہ مہدی ”کا تعلق اہل بیت % نبوت سے ہے۔ اور اس بنا پر ----- ایہ کریمہ نسل فاطمہ و علی رضی اللہ عنہما میں برکت پر صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہے اور یہ کہ خداوند عالم انہیں کثیر و طیب اولاد عطا کرے گا اور ان کی نسل کو حکمت کی کنجی اور رحمت کی معدن قرار دے گا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم نے جناب فاطمہ۔ اور ان کی ذریت کے لئے شیطان رجیم سے محفوظ رہنے کے لئے پناہ طلب کی تھی اور یہی دعا آپ نے حضرت علی کے لئے بھی کی تھی۔<sup>(3)</sup>

عصر حاضر کے شیخ الحدیث اور عالم ”شیخ ناصر الدین البانی“ ”المتدین الاسلامی“ نامی رسالہ میں تحریر کرتے ہیں:

”Z جہاں تک مسئلہ مہدی کا سوال ہے تو یاد رکھو کہ ان کے ظہور کے بارے میں بکثرت معتبر

(1) رسالہ الجامعة الاسلامیہ شماره 45،

(2) زخرف / 61

(3) صواعق محرقة، ابن حجر، ج 1، ص 240

احادیث پائی جاتی ہیں ان احادیث میں سے کثیر روایات کی سند صحیح ہے اور میں اس مقام پر ان کے چند نمونے پیش کر رہا ہوں۔  
 - ”پھر انہوں نے کچھ حدیثوں کا تذکرہ کیا ہے۔

### احادیث انتظار، شیعہ لاسیہ کی نظر میں

اٹنا عشری شیعوں کے یہاں انتظار کے بارے میں بکثرت روایات بحمد تو اتر موجود ہیں اور ان میں اکثر کی سند صحیح ہے۔ اور بعض علمائے کرام نے ان احادیث کو نہایت علمی انداز میں جمع کیا ہے۔ جن میں شیخ لطف اللہ صافی کی کتاب، ”منتخب الاثر“ اور شیخ علیس کورانی کی کتاب ”موسوعة الامام المہدی“ اہم اور قابل ذکر ہیں۔<sup>(1)</sup>

سر دست ان احادیث کو پیش کرنا مقصود نہیں ہے کیونکہ ہماری گفتگو کا موضوع امام مہدی کے بارے میں منقول احادیث کے بارے میں تحقیق اور سند یا دلالت کے اعتبار سے ان کا جائزہ لینا نہیں ہے بلکہ اس رسالہ میں ہمیں دوسرے موضوع کے بارے میں گفتگو کرنا ہے خداوند عالم سے دعا ہے کہ وہ ہمیں مقصد میں کامیاب کرے امام مہدی سے متعلق احادیث پر گفتگو کو ہم اس موضوع سے متعلق حدیث کی مفصل کتابوں پر ہی چھوڑتے ہیں کیونکہ ہم فی الحال جس موضوع کے بارے میں گفتگو کریں گے وہ انتظار اور اس کی تہذیبی قدر و قیمت ہے:

انتظار ایک اسلامی اصطلاح ہے جو ہمارے تہذیبی اقدار کا حصہ ہے: انتظار کے اس مفہوم پر مخصوص تہذیبی و ثقافتی انداز فکر سامنے آتا ہے کیونکہ کبھی لوگ انتظار کا غلط اور منفی

(1) مجمع احادیث امام مہدی بتالیف: ادارہ معارف اسلامی کی علمی کمیٹی: زیر نظر شیخ علی کورانی، ناشر: موسسہ معارف اسلامی، طبع اول (1411ھ) تم

مفہوم مراد لیتے ہیں جس سے انتظار بے حس و حرکت، ساکت و جامد پڑے رہنے کے معنی بیان کرنے یا تاخیر و التواء میں تباہی ہو جاتا ہے۔

اور کبھی اس کا صحیح اور مثبت مفہوم میں استعمال ہوتا ہے جس سے یہ انسانی زندگی میں جوش و جذبہ اور شوق و ولولہ کا ذریعہ قرار پاتا ہے۔

اس لئے مسئلہ انتظار کے صحیح مفہوم کی باقاعدہ وضاحت ضروری ہے، اور اس کتابچے کی تالیف کا بنیادی مقصد بھی یہی ہے۔  
انتظار ایک کلچر ہے جو ہماری ذہنی نشوونما، انداز فکر، طرز زندگی اور مستقبل میں دخیل ہے یہی کلچر حال اور مستقبل سے متعلق ہماری سیاسی منصوبہ بندیوں میں بھی موثر ہے۔

ہماری قومی تہذیب اور ثقافتی زندگی میں انتظار کی جڑیں 1190/ سال پرانی ہیں کیونکہ غیبت صغریٰ 329 ؓ میں اختتام پزیر ہو گئی تھی۔

اس طویل عرصہ میں انتظار نے ہمارے سیاسی شعور اور انقلابی طرز فکر میں موثر کردار ادا کیا ہے، اور بالفرض اگر ہم اپنی سیاسی اور انقلابی تاریخ کو ”مفہوم انتظار“ سے الگ کرنے کی کوشش کریں تو پھر اس تاریخ کی شکل و صورت ہی کچھ اور ہوگی۔  
چنانچہ جو افراد بھی دعائے ندبہ پڑھتے ہیں (جیسا کہ عام طور سے مومنین کرام ہر جمعہ اس کی تلاوت کرتے ہیں) اس سے مومنین کے قلوب، عقل و شعور اور انداز فکر و نظر پر ابھرنے والے انتظار کے گہرے نقوش کا خود بخود اندازہ ہو جائے گا۔

## انظار کی قسمیں

نجات دینے والے انظار کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: ایسا نجات دہندہ انظار جسے مقدم یا موخر کرنا مصیبت زدہ انسان کے لئے ممکن نہیں ہے بالکل اسی طرح جیسے کسی ڈوبنے والے انسان کو انظار ہو کہ کوئی شخص ساحل سے آکر اسے ڈوبنے سے بچانے والا ہے اسی لئے اس کی نظر یوں ساحل پر لگی رہتی ہیں، لیکن یہ طے شدہ ہے کہ ڈوبنے والے کے لئے اپنے نجات دہندہ کی رفتار تیز کرنا تو ممکن نہیں ہے البتہ اتنا ضرور ہے کہ نجات دہندہ کو دیکھنے کے بعد ڈوبنے والے کے اندر نجات کے لئے ایک نیا عزم و حوصلہ پیدا ہو جاتا ہے اور اس کے قلب و دماغ پر چھٹائے ہوئے ملبوس کے بالوں کو چیر کر زندگی کی ارزوا و تمنا اس کی آنکھوں میں زندگی کی نئی روشنی اور چمک پیدا کر دیتی ہے۔

قطعاً طور پر ”امید“ سے انسان کو مقابلہ اور استقامت کا عزم و حوصلہ ملتا ہے اسی لئے ڈوبنے والا نجات دہندہ کے پہنچنے تک ہاتھ پیر مارنے کی بھرپور کوشش کرتا رہتا ہے۔ چنانچہ اس انسان کی صورت حال اس وقت عجیب دیدنی ہوتی ہے کہ جب وہ ہمت ہار جاتا ہے یا جب مقاومت کرتا ہے۔ کیونکہ اس کے ہمت ہار جانے کے بعد کوئی بھی اسے اس بھنور سے باہر نہیں نکال سکتا اور نہ ہی اس کو ڈوبتی ہوئی کشتی کو ساحل نجات تک پہنچا سکتا ہے۔ اور کبھی کبھی تو یہ شکست کسی فرد یا جماعت تک محدود نہیں رہتی بلکہ پورے ملک یا سیاسی نظام کو ہنسی لپیٹ میں لے لیتی ہے جیسا کہ ہم نے ماضی قریب میں سوویت یونین کا زوال دیکھا ہے جو ایک سپر پاور ملک تھا۔



جب انسان ثابت قدمی کا مظاہرہ کرتا ہے تو خداوند عالم ایسے بندہ کو اس راہ میں ڈٹے رہنے کا عزم و حوصلہ عطا کر دیتا ہے تو کوئی چیز بھی اس کے قدموں کو نہیں ہلا سکتی اور نہ ہی اس کے اہنی ارادوں میں کوئی تزلزل پیدا ہو سکتا ہے۔ بلکہ عجیب بات تو یہ ہے کہ گوشت اور پوست سے بنا ہوا یہ انسان عزم و ہمت کا ایک ہمالیہ ثابت ہوتا ہے اور بڑے سے بڑے مصائب کے بالمقابل سیمہ پلائی ہوئی دیوار بن جاتا ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس کی یہ استقامت خداوند عالم کا عطیہ ہوتی ہے۔ اور یہ بھی طے شدہ بات ہے کہ اس استقامت کی اصل بنیاد ”امید و ارزو“ ہی ہے ان دونوں باتوں کے درمیان رابطہ کے سلسلہ میں کسی شک و شبہہ کسی گچہ اٹش نہیں ہے:

ایک تو یہ کہ انتظار سے ”ارزو اور امید“ کی کرن پیدا ہوتی ہے اور انسانی زندگی پر ملاوسی کے چھائے ہوئے بادل چھٹ جاتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ ارزو اور امید سے انسان کو ثبات قدم کا عزم و حوصلہ ملتا ہے۔

دوسری قسم: یہ ہے کہ انسان کے پاس اس کے بارے میں خود فیصلہ کرنے بلکہ اس میں اصلاح و ترمیم کرنے کی صلاحیت موجود ہو۔ جیسے بیماری سے شفا یاب ہونا، یا کسی تعمیری، تجارتی، یا علمی منصوبہ کو پایہ تکمیل تک پہنچانا، دشمن پر فتحیاب ہونا، فقیری سے نجات پانا وغیرہ کہ یہاں بھی ایک طرح کا انتظار ہی ہے اور ان تمام امور میں عجلت یا تاخیر خود انسان کے اختیار میں ہے۔

انسان کے لئے یہ بھی ممکن ہے کہ وہ بیماری سے جلدی شفا یاب ہو جائے یا اس میں تاخیر کر دے یا شفا حاصل ہی نہ کرے، یا یہ کہ کسی تجارتی و تعمیری اور علمی منصوبہ کو جلد سے جلد مکمل کر لے یا اسے دیر تک معطل رکھے یا مثلاً دولت و ثروت یا دشمن پر فتح حاصل کرے یا ان کی طرف مڑ کر بھی نہ دیکھے۔

اس انتظار کا انداز گذشتہ انتظار سے بالکل مختلف ہے کیونکہ اسے جس چیز کا انتظار ہے اس کو حاصل کرنے میں جلدی یا تاخیر حتیٰ کہ۔ اس سے صرف نظر کرنا خود انسان کے اختیار میں ہے۔

اس طرح انتظار کی دوسری قسم میں انسان کے اندر، ارزو اور، استقامت کے علاوہ، تحریک حرکت اور جدوجہد بھی پیدا ہو سکتی ہے۔ اس طرح، تحریک حرکت انتظار کی صرف اسی قسم کا لازمہ ہے۔ کیونکہ جب کسی انسان یہ معلوم ہو جائے کہ اسے نجات اور کامیابی اسی وقت مل سکتی ہے جب وہ جدوجہد اور دوڑ دھوپ کرے تو وہ ایسا ضرور کرے گا چنانچہ اس یقین کے بعد اس کی زندگی کا نقشہ۔ یکسر تبدیل ہو جاتا ہے اور وہ لگن کے ساتھ باقاعدہ محنت و مشقت شروع کر دیتا ہے جب کہ اس کی زندگی میں پہلے ان چیزوں کا نام و نشان نہیں ہے۔

مختصر یہ کہ انتظار کی پہلی قسم میں، امیدوار اور، استقامت کے علاوہ انسان کے بس میں کچھ نہیں ہوتا لیکن انتظار کس دوسری قسم میں ارزو اور استقامت کے علاوہ اس کے اندر عزم و حوصلہ اور جوش و جذبہ (تحریک و حرکت) بھی پیدا ہو جاتا ہے۔

1- انسان کے دل میں ارزو پیدا ہوتی ہے تو وہ حال کے درپوں سے اپنے مستقل کو دیکھنے کی کوشش کرتا ہے دو طرح کے افراد ہوتے ہیں کچھ وہ ہوتے ہیں جو صرف اپنی موجودہ مشکلات کی عینک سے خدا، کائنات اور لوگوں کو دیکھتے ہیں اور کچھ وہ جو ان تمام چیزوں کو ماضی، حال اور مستقبل کے ایسے میں دیکھتے ہیں ان دونوں افراد کے درمیان بہت نمایاں فرق پایا جاتا ہے۔ کیونکہ پہلے طرز نگاہ میں دھندھلاہین تاریکی اور منفی رخ پایا جاتا ہے جب کہ دوسرا طرز نگاہ ان چیزوں قطعاً مبرا ہے۔

2- استقامت کی بنا پر انسان جو جدوجہد سے کام لیتا ہے اور مدد پہنچنے تک مسلسل تباہی و بربادی یا تنزیلی کے مقابل ڈٹا رہتا ہے اور جس انسان کو مدد پہنچنے کی امید نہیں ہوتی اس کی ہمت جواب دے جاتی ہے اور وہ خود ہی گھٹنے ٹیک دیتا ہے۔

3- جدوجہد اور حرکت سے کامیابی، نجات، طاقت و استغناء اور خود کفائی و خود اعتمادی حاصل ہوتی ہے۔ ایسی صفات کے حصول کے لئے جدوجہد کو، تحریکی انتظار کہا جاتا ہے اور یہ انتظار کی سب سے اعلیٰ قسم ہے لہذا اس وقت ہم انتظار کی اسی قسم کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں۔

## تبدیلی کے اسباب

اس انتظار کی بنا پر بندے خداوند عالم سے یہ توقع اور امید رکھتے ہیں کہ وہ ان کے معاملات کو اس طرح تبدیل کر دے کہ برائیاں کسی جگہ بھلائی، فقیری و ناداری کی جگہ مال و دولت کی فراوانی، عاجزی و لاجپاری کی جگہ قدرت و طاقت اور ناکامی کی جگہ کامیابی اس کا مقدر بن جائے اور یہ صحیح اور معقول توقع بھی ہے کیونکہ انسان ضعف و ناتوانی، ناداری و جہالت اور برائیوں کا پتلہ ہے۔

اور وہ صرف خدا کی ذات ہے جس سے یہ امید کی جا سکتی ہے کہ وہ ان حالات کو تبدیل کر سکتا ہے اور خدا سے ایسی توقع رکھنے میں بندوں کے لئے کوئی حرج بھی نہیں ہے البتہ اس تبدیلی کے لئے یہ شرط ضرور ہے کہ انسان ان حالات اور اسباب کو سمجھیں اور انہیں تبدیل کرنے کی کوشش کرے جن کی فراہمی کا حکم خدا نے دیا ہے تبدیلی خداوند عالم کی جانب سے ہوگی ہے۔ اس میں کوئی شک و شبہہ نہیں ہے لیکن اس کے لئے طے شدہ اور معین اسباب بہر حال ضروری ہیں لہذا جب تک انسان ان اسباب کا سہارا نہ لے خداوند عالم کی جانب سے اس تبدیلی کی توقع رکھنا بھی صحیح نہیں ہے لہذا ان انسان حالات و اسباب کو تبدیل کرنے کے لئے پہل خود کرنا چاہئے تاکہ خداوند عالم بھی اس کے امور میں تبدیلی پیدا کر دے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہماری اقتصادی اور فوجی کمزوری، تعلیمی پسماندگی، بدانتظامی کی اصل بنیاد جہالت، سستی، کالی اور نہ اتوانی کے علاوہ نیز جرات و ہمت اور شجاعت کا فقدان ہے۔

لہذا اگر ہم "خود اپنے اندر" تبدیلی پیدا کر لیں تو بے شک خدا بھی ہمارے حالات تبدیل کر دے گا اور اس میں کوئی شک و شبہہ نہیں ہے کہ خداوند عالم تنہا ہمارے حالات تبدیل کر سکتا ہے۔

اور اس میں بھی کوئی شک و شبہہ نہیں ہے کہ جب تک ہم اپنے حالات تبدیل نہیں کریں گے خداوند عالم بھی ہمارے حالات کسی اصلاح نہیں کرے گا۔ اور یہ ایسے حقائق ہیں جن میں کسی قسم کے شک و شبہہ کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ مختصر یہ ہے کہ خداوند عالم کی طرف سے حالات میں تبدیلی کا انتظار صحیح اور حق بجانب ہے اس میں کوئی شک نہیں لیکن اس کے ساتھ انسان کسی جانب سے جوہد و جہد، سعی و عمل بھی ضروری ہے، اور اسی کو دوسرے الفاظ میں تحریکی انتظار کہا جاتا ہے۔

## انتظارِ جد و جہد مسلسل یا تعطل؟

اگر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ انتظار کسی ایسے غیر متوقع حادثہ کا منفی انداز سے مشاہدہ کر لینے کا نام ہے جس میں ہمارا کوئی منفی یا مثبت کردار نہ ہو۔ بالکل ایسے ہی جیسے ہم چاند یا سورج گرہن کا مشاہدہ کر لیتے ہیں تو یہ ہماری غلط فہمی ہے، انتظار کے صحیح معنی سے، حرکتِ ”بیہم“، ”سعی“، ”مسلسل“، ”جد و جہد“ اور ”عمل“ کرنے کے ہیں جس کی تفصیل انشاء اللہ عنقریب ہی پیش کی جائے گی۔

## ظہور میں تاخیر کی وجہ؟

اس سوال کا صحیح جواب تلاش کے لئے انتظار کے صحیح معنی سمجھنا ضروری ہیں کہ ظہورِ حرکت و عمل کا نام ہے یا تعطل اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہنے کا نام ہے؟

## پہلا نظریہ

اگر امام زمانہ (عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے ظہور اور آپ کے عالمی انقلاب میں تاخیر کی وجہ یہ ہے کہ ابھی تک دنیا ظلم و جور سے نہیں بھری ہے تو پھر انتظار کا مطلب تعطل اور حالات کا مشاہدہ کرنا ہیں۔ حالانکہ اسلام کا واضح حکم ہے کہ ہم دنیا میں ظلم و جور کو بڑھاوا نہیں دے سکتے ہیں۔

اس نظریہ کے مطابق ہمیں ظلم و جور کا مقابلہ نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اس سے غیبت کا زمانہ اور طولانی ہو جائے گا اس طرح ہم اپنی سیاسی سماجی اور عسکری زندگی میں ہاتھ پر ہاتھ رکھے ہوئے خاموش تماشائی بنے رہیں۔ تاکہ ظلم و جور کا اضافہ ہوتا رہے اور جب زمین ظلم و جور سے بھر جائے تو امام زمانہ (عجل) ظہور فرما کر ظالموں کا تختہ الٹ دیں اور مظلوموں کی دستگیری فرمائیں۔

## دوسرا نظریہ

اگر ظہور میں تاخیر کی وجہ ایسے انصار کی قلت ہے جو روئے زمین پر امام کے ظہور کے لئے حالات سازگار کریں اور آپ کے ظہور کے شایان شان سماج تشکیل دیں جو آپ کے ظہور کے بعد آپ کی حکومت اور انقلاب میں آپ کا ہاتھ بٹائیں تو صورتحال بالکل تباہ ہو جائے گی اور پھر روئے زمین پر حق کی حکومت قائم کرنے کے لئے جدوجہد، ذہنی و فکری لادگی، انفرادی سازی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ضرورت ہوگی تاکہ امام (عجل) ظہور فرما سکیں۔ اس صورت میں ظہور کا مطلب غموش تماشائی بسے رہنا نہ ہوگا بلکہ اس سے ”تحریک اور عمل“ نیز روئے زمین پر حق کی حکومت قائم کرنے کے لئے ”جہاد“ مراد ہوگا اور اس کے بعد ہی امام کے عالمی ظہور کے لئے حالات فراہم ہو سکتے ہیں۔

انتظار ظہور امام کے معنی اگر ”تعطل“ اور بے کاری کے لئے جائیں تو یہ منفی معنی ہیں اور اگر انتظار ”حرکت“ اور جدوجہد ہو تو یہ مثبت اور معقول معنی ہیں اور دونوں معنی میں بہت زیادہ فرق ہے۔ اب ہم اس مسئلہ کا صحیح جواب تلاش کرنے کے لئے اس کا تحقیقی جائزہ لیتے ہیں۔

## پہلے نظریہ کا تجزیہ

اس نظریہ کے بارے میں چند اعتراضات قابل توجہ ہیں:

- 1- دنیا کے ظلم و جور سے بھر جانے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ روئے زمین پر توحید اور عدل و انصاف کا نام و نشان نہ رہ جائے اور کوئی علاقہ ایسا نہ رہ جائے جس پر خدا کی عبادت نہ ہوتی ہو۔ کیونکہ یہ بات محال اور سنت الہی کے برخلاف ہے۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ حق و باطل کے درمیان جو دائمی کشمکش جاری ہے اس میں حق پر باطل کا غلبہ ہو جائے گا۔

2- حق کے اوپر باطل کا موجودہ دور سے زیادہ غلبہ بھی ناممکن ہے کیونکہ اس وقت ظلم روئے زمین پر اپنی بدترین شکل اور مقررہ میں موجود ہے جیسے سربائی درندوں کے ہاتھوں بوسنیا کے مسلمان جس ظلم و تشدد کا شکار ہوئے ہیں اس کی نظیر تاریخ ظلم و تشدد میں کم ہی نظر آتی ہے۔ اس ظلم و تشدد اور قتل عام کے دوران تو بسا اوقات نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ سربائی ظالموں نے حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کر کے ان کی کوکھ میں پروان چڑھنے والے بچوں کو شکم سے باہر نکال کر پھینک دیا، چھوٹے چھوٹے بچوں کے سر قلم کر کے ماں باپ اور گھر والوں کے سامنے ان سے فٹبال کھیلا گیا۔

چینیا میزوسیوں نے مسلمان بچوں کو زندہ ذبح کر کے ان کا گوشت سوروں کو کھلایا، اسی طرح مشرق وسطیٰ کے مسلمانوں پر کمیونسٹوں نے اپنی کمیونسٹ حکومت کے دوران جو ظلم ڈھائے ہیں ان کو سن کر ہی انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یا اسرائیل کی جیلوں میں مسلمانوں کو جس وحشیانہ انداز سے پکلیفیں دی جاتی ہیں انہیں الفاظ کے ذریعہ بیان کرنے ناممکن نہیں ہے۔ اور ان تمام مظالم سے کہیں زیادہ عراق میں صدامی جلاوٹوں کے ذریعہ جو مظالم ہوئے یا ہو رہے ہیں، جس طرح مومنین کی نسل کشی کی گئی ان کا صفایا کیا گیا اور ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے، یہ دل کو دہلانے والے ایسے حقائق ہیں جن کی توصیف سے الفاظ بھسے بے بس ہیں۔

میرا خیال ہے کہ اس وقت دنیا کے تقریباً ہر گوشے میں مسلمانوں کے خلاف ظلم و تشدد کا جو سلسلہ جاری ہے یہ ایک ایسی ڈراؤنی اور خوفناک صورت حال ہے جو ظلم و جور سے بھی تجاوز کر چکی ہے بلکہ ”زمین کے ظلم و جور سے بھر جانے“ سے مزید کس نشاندہی کرتی ہے۔ بلکہ یہ تو دنیا کی موجودہ قوموں اور مادیت میں گرفتار انسانیت کے مردہ ضمیر ہونے اور انسانیت کے سوتے خشک ہو جانے کی علامت ہے۔ اور ضمیروں کا مردہ ہونا یا انسانیت کے سوتے خشک ہو جانا خطرے کی ایک ایسی گھنٹی ہے جو تہذیب و تمدن اور تاریخ انسانیت کو مسلسل پستی و بربادی کی طرف لے جاتی ہے اور اس منزل تک پہنچاتی ہے جسے قرآن مجید نے ”امتوں کی ہلاکت و تباہی“ کا نام دیا ہے۔

ضمیر انسان کی انتہائی اہم اور بنیادی ضرورتوں میں شامل ہے اور جس طرح انسان ”امن و سکون“، ”دوا و علاج“ کھانے پینے، ”سیاسی نظام“ اور علم کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا اسی طرح ضمیر کے بغیر بھی اس کا زندہ رہنا ممکن نہیں ہے۔ لہذا جب بھی ضمیر کا حیات بخش چشمہ خشک ہو جائے تو پھر تہذیب و تمدن کا خاتمہ ایک فطری بات ہے اور جب اس کا خاتمہ ہو جائے گا تو پھر تباہی، جانشینی اور وراثت کا قانون اپنا کام کرے گا۔ اور یہی وہ وقت ہوگا جب امام زمانہ (عجل) کی ہمہ گیر اور عالمی حکومت قائم ہوگی۔

3- امام زمانہ (عجل) کی غیبت کی بنیادی وجہ شر و فساد اور ظلم و جور کی کثرت ہے اور اگر یہ سب نہ ہوتا تو آپ ہماری نظروں سے غائب نہ ہوتے آخر یہی ظلم و جور امام زمانہ (عجل) کے ظہور کا سبب کیسے بن سکتا ہے؟

4- لوگوں کی توقع کے برخلاف ظالم، سیاسی، فوجی اور اقتصادی ادارے آہستہ آہستہ تباہ و برباد ہو رہے ہیں جس کا مشاہدہ دنیا میں ہر جگہ کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ ہم نے خود اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھا ہے کہ چند مہینوں کے اندر ہی سوویت یونین کا شیرازہ منتشر ہو گیا یہ نظام کھوکھلی عمارت کی طرح ہو گیا تھا اور اسے باقی رکھنا یا انہدام سے بچانا کسی کے بس میں نہیں تھا۔

اور اب تبدیلی کی اسی ہوا کا رخ امریکہ کے خلاف ہے اسی وجہ سے اس کے اقتصادیات، امن وامان اور اخلاقی اقدار اور شان و شوکت کو زبردست جھٹکے لگ رہے ہیں جب کہ اسے سپر پاور کہا جاتا ہے۔

بے شک اس موجودہ جاہلی نظام کی الٹی گنتی شروع ہو چکی ہے اور یہی اس کی تباہی و بربادی کی گھنٹی بھی ہے۔ ایسے میں یہ توقع کیسے کی جا سکتی ہے کہ اس نظام خوٹھوری، درندگی و بے رحمی میں اور اضافہ ہوگا۔

5- غیبت سے متعلق روایات میں: ”بملاء الأرض عدلاً کما ملئت ظلماً و جوراً“ (زمین کو عدل و انصاف سے اسی طرح بھر دے گا جیسے وہ ظلم و جور سے بھری ہو گی) یا ہے نہ کہ ”بعد ان ملئت ظلماً و جوراً“ (ظلم و جور سے بھر جانے کے بعد)۔

لہذا اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ امام زمانہ (عجل) اس بات کے منتظر ہیں کہ دنیا میں اس وقت جو ظلم و جور پھیلایا ہوا ہے اس میں مزید اضافہ ہو جائے بلکہ ان روایات کے معنی یہ ہیں کہ جب امام ظہور فرمائیں گے تو وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے اور ظلم و فساد کا خاتمہ کریں گے اور ظلم و فساد کا دنیا سے اس طرح صفایا ہو جائے گا جیسے وہ اس سے قبل ظلم و جور سے چھلک رہی تھی۔



اعمش نے ابی وائل سے یہ روایت نقل کی ہے کہ امیر المؤمنین نے امام مہدی کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا ہے:

“یخرج علی حین غفلة من الناس واقامة من الحق واطهار من الجور، یفرح لخروجه اهل السماء وسكانها ويملاً

الارض عدلاً کما ملئت ظلماً وجوراً”<sup>(1)</sup>

“وہ اس وقت ظاہر ہوگا جب لوگ اقامہ حق کے سلسلہ میں خواب غفلت میں پڑے ہوں گے ظلم و جور عام ہوگا اس کے ظہور سے اہل آسمان اور اس کے ساکنین میں خوشی کی ہر دوڑ جائے گی اور وہ زمین کو اسی طرح عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔”

دوسری روایت میں ہے: “یملأ الأرض عدلاً وقسطاً، کما ملئت ظلماً وجوراً”<sup>(2)</sup> زمین کو عدل و انصاف سے اسی طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔”

میرے خیال میں “یملأ الأرض ظلماً وجوراً” کے معنی یہ ہیں کہ ظلم و جور اتنا زیادہ بڑھ جائے گا کہ ہر طرف سے لوگوں کو چیخ و پکار اور فریاد شروع ہو جائے گی۔ ظلم کے چہرے سے نقاب ہٹ جائے گا جس کے باعث وہ لوگوں کی نگاہوں میں خوبصورت جلوہ گر ہوگا۔ ہے یہ الفاظ دیگر ظلم کی حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی اور ان تمام نظاموں کا شیرازہ بکھر جائے گا جنہیں لوگ بظاہر اچھے سمجھتے ہیں۔ اور اس وسیع و عریض تباہی و بربادی کے بعد لوگوں کو ایسے الہی نظام کی تلاش و جستجو ہوگی جو انہیں تباہی و بربادی سے نجات دے سکے۔ اور انہیں ایسے الہی قائد و رہنما کی تلاش رہے گی جو ان کے ہاتھ تھام کر انہیں ان کے خدا تک پہنچا دے۔ اس طرح کس تباہیوں میں دنیا میں یکے بعد دیگرے شروع ہو چکی ہیں ان تباہیوں میں سوویت یونین کی تباہی سر فہرست ہے اور آخری چند برسوں میں امریکہ کو جو جھٹکے لگ رہے ہیں ان تمام باتوں سے خود بخود الہی نظام اور خدائی نجات دہندہ کی

(1) بحار الانوار، ج/51، ص/120

(2) منتخب الاثر، ص/162

طرف توجہ مبذول ہو جاتی ہے۔

ظہور میں تاخیر کی وجہ کے بارے میں پہلے نظریہ کے بارے میں یہ مختصر سا تنقیدی جائزہ تھا اور اب دوسری رائے کے بارے میں گفتگو کا آغاز کرتے ہیں۔

دوسرے نظریہ کا کل دار و مدار امام زمانہ کے ظہور میں تاخیر کا باعث بننے والے اسباب کی شناخت پر ہے۔ ان اسباب میں سرر فہرست بقدر کافی انصاف کا نہ ہونا ہے اور دوسرے یہ کہ امام کے انصار بننے والوں کے اندر لازمی لیاقت و صلاحیت (کیفیت) موجود نہیں ہے کیونکہ امام زمانہ کی حکومت ہمہ گیر و افاقی حکومت ہے جس میں قیادت اور کمزور، محروم و مستضعف لوگوں کے ہاتھ میں ہوگی :

( وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضِعُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ ) (1)

مستضعف اور محروم مومنین اس سلطنت اور مال و دولت کے وارث قرار پائیں گے جس پر اس سے پہلے کافروں اور ظالموں کا قبضہ ہوگا۔ ( وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ ) اور روئے زمین پر ان کی حکومت قائم ہو جائے گی ( وَنُؤَيِّدُكُم بِمَا لَكُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ) (2) اس مرحلہ میں امام زمانہ - زمین کو شرک اور ظلم کی گندگی سے پاک و صاف کر دیں گے۔ "يَمْلَأُ الْأَرْضَ عَدْلًا كَمَا مَلَأَتْ ظُلْمًا وَجُورًا" اور ان کا نام و نشان باقی نہ رہ جائے گا جیسا کہ متعدد روایات میں ہے زمین کے مشرق و مغرب میں کوئی ایسی جگہ باقی نہیں رہ جائے گی جہاں صدائے "لا اله الا الله" نہ پہنچے۔

(1) قصص/5

(2) قصص/6

اس ہمہ گیر انقلاب و حکومت کا محور، توحید اور عدل ہوگا لہذا ایسے انقلاب کے لئے وسیع تیاری کسی ضرورت ہے اور کیفیت و کمیت دونوں اعتبار سے اعلیٰ سے اعلیٰ تیاری درکار ہے ورنہ اس قسم کی تیاری اور راہ ہموار کئے بغیر ایسا ہمہ گیر انقلاب ممکن نہیں ہے اور سنت الہیہ کی تاریخ یہی ہے۔

### افاق انقلاب میں سنت الہی اور غیبی امداد کا کردار

ظالموں، کافروں اور لوگوں کی گردنوں پر مسلط جاہلی حکومتوں اور نظاموں کے مقابلہ میں ایسا انقلاب غیبی امداد اور خداوند عالم کی تائید کے بغیر کسی طرح بھی کامیاب نہیں ہو سکتا چنانچہ روایات میں اس الہی امداد اور اس کے انداز کا واضح تذکرہ موجود ہے۔

البتہ الہی امداد و تصویر کا صرف ایک رخ ہے جب کہ اس کا دوسرا رخ تاریخ میں ایسے ہمہ گیر انقلاب کے آغاز، نشوونما اور اس کے تکمیل تک پہنچنے میں الہی سنتوں کی کردار ہے؟ اور الہی سنتوں میں کوئی تغیر و تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔

( سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلَكِنْ نَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ) (1)

سنت الہی اور امداد کے درمیان کوئی تضاد نہیں ہے۔ اس انقلاب کی حیثیت اور اہمیت وہی ہے جو رسول اللہ کی دعوت توحید کی حیثیت اور اہمیت تھی، کیونکہ آنحضرت نے جو تحریک شروع کی تھی اس کا مقصد لوگوں کو توحید کے راستہ پر لگانا تھا یہی وجہ تھی کہ اس تحریک کو ہر مرحلہ پر غیبی تائید اور امداد الہی حاصل رہی۔ حتیٰ کہ خداوند عالم نے پہادری کا

نشان لئے ہوئے صف بستہ ملائکہ، ہو اور نہ دکھائی دینے والے لشکر نیردشمن کے دل میں رعب و دبدبہ کے ذریعہ آپ کی نصرت کسی ہے لیکن اس کے باوجود خداوند عالم نے اپنے رسول کو یہ حکم دیا ہے کہ اس دائمی معرکہ ارأی کے لئے آپ خود بھی قوت و طاقت اور افراد فراہم کریں: (وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ) (1)

اور یہ معرکہ تاریخ اور سماج میں قائم الہی سنتوں کے مطابق پورا ہوا جس کی وجہ سے کبھی رسول اللہ کو اپنے دشمنوں پر فتح حاصل ہوئی اور کبھی کبھی اس کے برعکس آپ کے لشکر کو ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ اس معرکہ ارأی میں فوج، مال اور اسلحوں کا باقاعدہ استعمال کرتے تھے اور باقاعدہ جنگی حکمت عملی تیار کرتے تھے اور جنگ کے نئے نئے طریقوں کا اچانک استعمال کر کے دشمن کو حیرت زدہ کر دیتے تھے اسی طرح وقت اور جگہ کے اعتبار سے بھی دشمن کو غیر متوقع ہنگامی صورت حال سے دوچار ہونا پڑتا تھا۔ بلاشبہ خیرا نے اپنے رسول کی مدد کی لیکن ان تمام چیزوں اور خدا کی طرف سے اپنے رسول کی غیبی نصرت و امداد کے درمیان کوئی تقاضا نہیں ہے اور یہ ایک ہی تصویر کے دو رخ ہیں۔

آپ کے فرزند کا عالمی انقلاب آپ کی دعوت توحید اور انقلاب سے جدا نہیں ہے جس کی قیادت آپ نے خداوند عالم کے حکم سے کی تھی۔

وہ الہی سنیتیں جن کا وجود اس عالمی انقلاب کے لئے ضروری ہے ان میں سے ایک، ظہور امام سے پہلے اس ظہور کی تیاری اور اس کے لئے زمین ہموار کرنا ہے اور جب آپ کا ظہور ہو تو اس وقت ناصروں و مددگاروں کا وجود اور آپ کی نصرت اس میں شامل ہے۔ کیونکہ۔۔۔ جب تک ایسی تیاری نہ ہوگی اور اس کے لئے زمین ہموار نہیں ہوگی تب تک

تاریخ انسانیت کا اتنا عظیم انقلاب کامیاب نہیں ہو سکتا ہے۔

لہذا اب ہم ان دونوں قسموں کی روایتوں کا تذکرہ کرتے ہیں جن میں سے پہلی قسم ”ظہور کی تیاری اور اس کس راہ ہموار“ کرنے کے بارے میں اور دوسرے قسم کی روایت ”انصار اور نصرت“ کے بارے میں ہیں اور اس کے بعد ان کے بارے میں غور و فکر کریں گے، انشاء اللہ۔

پہلی قسم کی روایتیں ظہور امام کی راہ ہموار کرنے والوں کے بارے میں ہیں اور یہ وہ جماعت ہے کہ جو ظہور امام کے لئے اقوام عالم اور کائنات کو آپ کی عالمی حکومت کے لئے تیار کرے گی۔ لہذا یہ جماعت فطری طور پر امام کے ظہور سے پہلے ہوگی۔

جب کہ دوسری قسم کی روایت ”انصار“ کے بارے میں ہیں اور یہ وہ جماعت ہے جن کو ساتھ لے کر امام قیام فرمائیں گے اور ان کے ہمراہ ظالموں کے خلاف انقلاب برپا کریں گے اس طرح ہمارے سامنے دو قسم کی جماعتیں ہیں:

(1) ظہور کی ”راہ ہموار کرنے والوں کی جماعت“ جو ظہور امام کے لئے حالات استوار کریں گے۔

(2) ”انصار کی جماعت“ جن لوگوں کے ساتھ امام قیام فرمائیں گے اور ان ہی کے تعاون سے ظالموں کے خلاف انقلاب برپا کریں گے

۔ اب ہم ان دونوں قسم کی روایت کا جائزہ لیتے ہیں۔

### روایت میں ظہور کی راہ ہموار کرنے والی جماعت کا تذکرہ

شیعہ و سنی دونوں مکاتب فکر کے یہاں ایسی روایت بکثرت موجود ہیں جن میں امام کے ظہور کی راہ ہموار کرنے والی جماعتوں کا تذکرہ ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ان روایتوں میں صراحت کے ساتھ ان جماعتوں کے علاقوں کا تذکرہ بھی موجود ہے جن میں سے کچھ اہم علاقے یہ ہیں: مشرق و خراسان (ظاہر مشرق سے مراہ خراسان ہی ہے) قم، رے، یمن، اب ان جماعتوں اور ان کے علاقوں کی نشاندہی کرنے والی روایت ملاحظہ فرمائیں:

## 1- مشرق میں ظہور کی راہ ہموار کرنے والی جماعت

حاکم نے مستدرک میں عبداللہ بن مسعود سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ان کا بیان ہے: رسول خدا ہمارے پاس تشریف لائے تو آپ کا چہرہ خوشی سے کھلا ہوا تھا اور لبوں پر تبسم موجود تھا۔ اس وقت ہم نے آپ سے جس چیز کے بارے میں سوال کیا آپ نے ہمیں اس کا جواب دیا اور اگر ہم خاموش نہیں ہوتے تو آپ خود گفتگو شروع کر دیتے تھے یہاں تک کہ بنی ہاشم کے کچھ بچے ہمارے سامنے سے گزرے جن کے درمیان حسن اور حسین بھی تھے جب آنحضرت کی نگاہ ان دونوں پڑی تو آپ کی آنکھوں میں آنسو چھلکنے لگے اور ہم نے کہا: یا رسول اللہ کیا بات ہے ہم آپ کے چہرہ سے ناگواری کا مشاہدہ کر رہے ہیں؟

تو آپ نے فرمایا: ”انا اهل بيت اختار الله لنا الآخرة على الدنيا، وانه سيلقى اهل بيتي من بعدى تطريداً وتشريداً فى البلاد حتى ترتفع رايات سودفى المشرق، فيسألون الحق لا يعطونه، ثم يسألونه فلا يعطونه، ثم يسألونه فلا يعطونه فيقاتلون فينصرون، فمن أدركه منكم ومن أعقابكم فليأت امام اهل بيتي ولو حبواً على الثلج، فانها رايات هدى، يدفعونها الى رجل من اهل بيتي“ (1)

(1) مستدرک صحیحین، ج/4، ص/464

”ہم اہل بیت کے لئے خدا و مدعا ل نے دنیا کے بجائے آخرت کو منتخب کیا ہے میرے بعد میرے اہل بیت کو جلا وطن اور شہر بدر کیا جائے گا یہاں تک کہ مشرق میں سیاہ پر چم بلند ہو جائیں گے اور وہ حق کا مطالبہ کریں گے لیکن ان کا مطالبہ پورا نہ ہوگا وہ پھر مطالبہ کریں گے مگر پھر نامراد رہیں گے پھر مطالبہ کریں گے مگر ان کا حق ادا نہیں کیا جائے گا تب وہ جنگ کریں گے۔ تو ان کس نصرت کی جائے گی۔ لہذا تم لوگوں یا تمہاری نسل میں جو کوئی اس وقت موجود رہے وہ میرے اہل بیت میں انے والے امام کا ساتھ دے چاہے برف پر گھسٹتے ہوئے انا پڑے کیونکہ یہ ہدایت کے پرچم ہوں گے اور وہ انہیں میرے اہل بیت میں موجود شخص کے حوالے کر دیں گے۔“

امام جعفر صادق - سے روایت: ”کأنی بقوم قد خرجوا بالمشرق يطلبون الحق فلا يعطونه ثم يطلبونه فاذا رأوا ذلك وضعوا سيوفهم على عواتقهم فيعطون ماشاءوا فلا يقبلونه حتى يقوموا ولا يدفعونها الا الى صاحبكم (ای الامام المہدی) قتلاهم شهداء“<sup>(1)</sup>

”گویا کہ میں ایسی قوم کو دیکھ رہا ہوں جو مشرق کی جانب سے خروج کرے گی وہ حق کا مطالبہ کریں گے اور انہیں حق نہیں ملے گا وہ پھر مطالبہ کریں گے مگر نہ ملے گا۔ جب وہ یہ صورتحال دیکھیں گے تو اپنی تلواروں کو اپنے کندھوں پر رکھ لیں گے تب تو وہ جس چیز کا مطالبہ کریں گے وہ انہیں دے دیا جائے گا لیکن وہ اسے قبول نہیں کریں گے بلکہ اسٹھ کھڑے ہوں گے، اور وہ اسے تمہارے اقا (امام مہدی) کے علاوہ کسی اور کے حوالے نہیں کریں گے ان کے مقتولین شہید واقع ہوں گے“

(1) بحار الانوار، ج/52، ص/243، اس حدیث میں تلواروں سے اسلحہ مراد ہے۔

## 2- خراسان میں راہ ہموار کرنے والے

جناب محمد حنفیہ سے روایت ہے لیکن بظاہر یہ روایت مولائے کاہنات سے مستقول ہے: ”تم تخرج رایة من خراسان یہزمون أصحاب السفیانی حتی تنزل بیت المقدس توطیء للمہدی سلطانه“ (1)

”پھر خراسان سے ایک پرچم ظاہر ہو گا، یہ لوگ سفیان کے ساتھیوں کو شکست دے دیں گے۔ پہاں تک کہ۔ یہ۔ لوگ بیت المقدس تک پہنچ جائیں گے اور مہدی کی حکومت کے لئے زمین ہموار کریں گے۔“

## 3- ”تم“ اور ”رے“ میں زمین ہموار کرنے والے

علامہ۔ مجلس نے بحار الانوار میں روایت نقل کس ہے: ”رجل من قم ید عوالناس الی الحق یجتمع معہ قوم قلوبہم کزیر الحدید، لاتزہم الرياح العواصف ، لایملون من الحرب ولا یجبنون و علی اللہ یتوکلون والعاقبة للمتقین“ (2)

”تم والوں میں سے ایک شخص لوگوں کو حق کی طرف دعوت دے گا۔ اس کے گرد ایک قوم جمع ہو جائے گی۔ ان کے دل بہنس چٹانوں کی طرح مضبوط ہوں گے انہیں بڑی سے بڑی اندھی نہیں ہلا پائے گی وہ جنگ سے ملول خاطر نہ ہوں گے ان کے اندر بزدلی کا نام و نشان بھی نہ ہوگا، اور ان کا اعتماد خدا پر ہوگا، اور انجام (عاقبت) متقین کے لئے ہے۔“

(1) عصر الطہور/206

(2) بحار الانوار، ج/60، ص/216



#### 4- یمن میں زمین ہموار کرنے والے

امام کے ظہور سے پہلے یمن کی قیادت کے بارے میں امام محمد باقرؑ نے یہ ارشاد فرمایا: ان پر چھوٹے درمیان یمنی کتے پر چم سے زیادہ برحق کوئی پرچم نہ ہوگا، وہ ہدایت کا پرچم ہے کیونکہ وہ تمہارے اٹاکی طرف دعوت دے گا۔<sup>(1)</sup>

#### راہ ہموار کرنے والوں کے خصوصیات

##### 1- سیمہ پلائی ہوئی جماعت

سب سے پہلے ان جماعتوں کی جس خصوصیت پر نظر پڑتی ہے وہ ان کی قوت و صلاحیت، صلاحیت و استحکام ہے۔ اس مضبوط جماعت کے افراد، نہایت تجربہ کار اور مشاق ہوں گے اور زمین کو امام کے ظہور کے لئے آمادہ کریں گے اور تن تنہا زمین پر قابض طاغوتوں کا مقابلہ کریں گے جیسا کہ جناب شیخ کلینی کی روایت کے مطابق امام جعفر صادقؑ نے ای۔۔: (فَإِذَا جَاءَ وَعَدُّ أَوْلَاهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَنَا أُولَىٰ بَأْسٍ شَدِيدٍ)<sup>(2)</sup> کی تفسیر اسی جماعت سے کی ہے۔ جب کہ روایت نے ان کی یہی عجیب و غریب صفت بیان کی ہے، "قلوبہم کزبر الحدید لاتزلہم الريح العواصف" ان کے دل اتنی چٹانوں کی مانند ہوں گے جنہیں تیز و تند ہوائیں نہ ہلا سکیں گی۔

یہی وہ دل ایسے ہیں جب کہ دلوں کی خاصیت یہ ہے کہ وہ نرم ہوتے ہیں لیکن ان کے دل طاغوتوں اور ظالموں کے مقابلہ میں اتنی چٹان کی طرح مضبوط ہو جائیں گے جو نہ

(1) گذشتہ حوالہ، ج/52، ص/232

(2) الاسراء/5

نرم پڑیں گے اور نہ ہی پگھل سکیں گے لہذا استحکام اور مضبوطی ان جماعتوں کی خصوصیات میں شامل ہے جن کو خداوند عالم عالمی انقلاب اور دنیا کو تبدیل کرنے کی ذمہ داری عطا کرے گا اسی طرح جس جماعت کو خداوند عالم عظیم تاریخ کا رخ موڑنے اور لوگوں کو ایک مرحلہ سے دوسرے مرحلہ کی طرف منتقل کرنے کے لئے منتخب کرتا ہے ان کی تمام خصوصیات اس جماعت میں موجود ہوں گی۔

## 2۔ چیلنج بننے والی جماعت

اس جماعت کا مشن، عالمی نظام کو چیلنج کرنا اور اس کے خلاف بغاوت اور سرکشی ہے۔ اور کسی کو کیا معلوم کے یہ عالمی نظام کیسا ہے۔ اور یہ اتنی عظیم خدمت کے لئے کیسے آمادہ ہوگا اور اسے صحیح رخ پر کون لگائے گا اور اس کے لئے دنیا کے مختلف علاقوں میں طاقتوں اور حکمت عملی تیار کرنے والے اہم مراکز کی حفاظت کون کرے گا؟ یہ بیحد نازک اور نہایت سخت ذمہ داری ہے جسے وہ پسوری دنیا کے نظام کو چلانے کے لئے اپنے کاندھوں پر اٹھائیں گے اور اس کا تعلق کسی خاص علاقہ یا ملک سے نہیں ہوگا۔

یہ نظام مختلف قسم کے سیاسی، اقتصادی، عسکری اور اطلاعاتی تعادل و توازن برقرار رکھنے والے مختلف اداروں اور حکومت چلانے والے نظاموں سے جڑے ہوئے نظاموں اور ان نظاموں کے درمیان مختلف قسم کے سرخ ہرے اور پیٹلے خطوط (حدود) ہوں گے میرا خیال یہ ہے۔ ایک دوسرے سے مربوط جڑے ہوئے ان اداروں اور نظاموں میں عالمی سطح پر غلبہ حاصل کرنے کی عظیم طاقت اور صلاحیت موجود ہوگی بالکل اسی طرح جسے ایک چھوٹی گاڑی (لوہے کا ایک ہٹن یا ہتھوڑا بڑی بڑی عمارتوں کو منہدم کرنے میں استعمال ہوتا ہے) یعنی انسان معمولی اشاروں سے بڑے بڑے کام انجام دے گا یہی وجہ ہے کہ عالمی نظام سوویت یونین کے نظام کا شیرازہ بکھرنے سے پہلے اور اس کے بعد بھی ہر ایک کے لئے قابل احترام ہے

کیونکہ ان میں سے ہر ایک اپنی ظرفیت کے مطابق اس سے استفادہ کر رہا ہے۔ جب کہ ظہور کی راہ ہموار کرنے والے ان جوانوں کی جماعت اس نظام کی بساط لپیٹ دے گی۔ یہ لوگ ان حکومتی اور غیر حکومتی اداروں کے نظم و ضبط تعادل اور شان و شوکت کا جنازہ نکل دیں گے اور ان جوانوں کے اوپر ان لوگوں کا کچھ بس نہیں چلے گا نہ وہ انہیں برداشت کر سکیں گے اور نہ ہنس انہیں دور کر سکیں گے کیونکہ ان تمام حکومتوں اور ان سے متعلق اداروں اور مشینریوں کا کل زور اور شان و شوکت اپنے جیسے اداروں اور مشینریوں کے مقابلہ میں دکھائی دیتی ہے اور ان کے پاس سب سے بڑا اسلحہ قتل کرنا اور جیل میں ڈال دینا یا طرح طرح کے شکنجے دینا یا جلاوطن کر دینا ہے۔

جبکہ ان جوانوں کو ان چیزوں کا ذرہ برابر خوف نہیں ہے۔ جیسا کہ روایت میں ان کی یہ صفت سے بیان کس گئیں ہے: ”لا تزلّم الرياح العواصف، لا يملّون من الحرب ولا يخبنون وعلى الله يتوكلون والعاقبة للمتقين“ انہیں تند و تیز ہوائیں ان کس جگہ سے نہیں ہلا سکتیں یہ جنگ سے کبیدہ خاطر نہ ہوں گے اور نہ بزدل ہیں، اللہ پر توکل رکھنے والے اور عاقبت تو متقین کے لئے ہے۔“ یہ طے ہے کہ جو بزدل نہ ہو اور جنگ سے کبیدہ خاطر نہ ہوتا ہو اور اسے تیز و تند ہوائیں اس کی جگہ سے نہیں ہلا سکتیں، یہی ان کی اصل طاقت اور ان کا امتیاز ہے کہ ان کے یہاں بزدلی کا نام و نشان نہ ہوگا اور اسی صفت سے سپر پاور کہے جانے والے ممالک کے سامنے بڑی مشکل کھڑی ہو جائے گی۔

امریکہ میں جب کبھی صدارت کا انتخاب ہوتا ہے تو عوام کے جوش و جذبہ کو بڑھانے کے لئے صدارت کے امیدوار ٹی وی مکالمہ۔ میں شرکت کرتے ہیں ایسا ہی ایک مباحثہ و مکالمہ امریکہ کے سابق صدر کارٹر اور ان کے مد مقابل امیدوار کے درمیان ہوا تھا۔ جس میں مخالف امیدوار نے کارٹر سے یہ سوال کیا تھا کہ بیروت میں امریکی بحریہ کے ہیڈ کوارٹر پر حملہ اور دھماکہ کے باعث امریکہ کس ساکھ کو زبردست نقصان پہنچا ہے اور امریکہ کے صدر ہونے کی بنا پر آپ براہ راست اس نقصان کے ذمہ دار ہیں۔ تو اس وقت کے امریکی صدر کارٹر نے اس کا جواب یہ دیا: تم ہی بتاؤ میں اس شخص کے مقابلہ میں کیا کر سکتا ہوں جو موت کے منہ میں کودنے کے لئے تیار ہو؟ ہمارے بس میں زیادہ سے زیادہ اتنا ہے کہ ہم لوگوں کو خوفزدہ کر کے ایسے واقعات سے دور رکھیں۔ لیکن جو شخص ایسا دھماکہ کرنے کے لئے خود موت کے منہ میں کودنے کے لئے تیار ہو تو ہم اسے کیسے روک سکتے ہیں؟ آپ ہی بتائیے کہ اگر اس وقت میری جگہ آپ ہوتے تو کیا کرتے؟

مختصر یہ کہ عراق، ایران، افغانستان، لبنان، فلسطین، الجزائر، مصر، سوڈان اور اب بوسنیا میں سپر پاور اور بڑی طاقتوں کو چیلنج کرنے والی جماعتوں کے نمونے دیکھنے کو مل رہے ہیں۔

ان جماعتوں کی عجیب بات یہ ہے کہ ان کے بہادر، ظالموں اور جلاوطن نیز سپر پاور کو برا بھلا کہتے ہیں جب کہ۔ وہ ان کے قبضہ۔ میں ہیں یا ان کی حکومت میں ان ہی کے زیر نظر رہتے ہیں اور ان کو طرح طرح کی سزائیں اور شکنجے دئے جاتے ہیں مگر اس کے باوجود اس کام سے باز نہیں آتے اور نہ ہی ان کے سامنے جھکتے ہیں نہ کراہتے ہیں اور نہ کسی قسم کی آہ و فریاد کرتے ہیں بلکہ۔ ان کا ایک بہادر جسے خدا جانے وہ کس کس طرح سے تکلیفیں پہنچا رہے تھے اور اس کی زبان پر یہ الفاظ تھے: تمہارے دل میں یہ حسرت باقی چھوڑ جاؤ گا کہ تم صرف ایک بار ہی سہی میرے کراہنے، رونے یا آہ و فریاد کی آواز سن لو!

### 3۔ عالی رد عمل

جیسا کہ روایتوں میں بھی اشارہ موجود ہے کہ عالی پیمانے پر اس جماعت کی مخالفت میں غصہ اور ناراضگی کا رد عمل سہا منے آئے گا کیونکہ یہ جماعت ان کے کاروبار اور نظام حیات میں واقعاً تھل پھٹھل کر کے کھلبلی مچا دے گا۔ جس سے ان کا ناراض ہونا لازمی ہے۔

جناب ابان بن تغلب نے امام جعفر صادق - سے یہ روایت نقل کی ہے : “اذا ظهرت راية الحق لعنهما اهل الشرق واهل

الغرب، أتدري لم ذلك؟ قلت: لا، قال: للذي يلقي الناس من أهل بيته قبل ظهوره”<sup>(1)</sup>

“جب حق کا پرچم ظاہر ہوگا تو اس پر مشرق اور مغرب والے لعنت کریں گے (برا بھلا کہیں گے) کیا تمہیں معلوم ہے کہ۔۔۔ ايسر-

کیوں ہوگا؟ میں نے عرض کی نہیں۔

تو آپ نے فرمایا : ظہور سے قبل اہل بیت کی طرف سے لوگوں کو جن (حالات) کا سامنا کرنا پڑے گا۔”

اور یہ طے شدہ ہے کہ ظہور سے پہلے ان کے اہل بیت سے مراد وہی افراد ہوں گے جو ظہور کی راہ ہموار کریں گے اور اہل-

حکومتوں کی ناک میں دم کر کے ان کا جینا دو بھر کر دیں گے۔

شیخ کلینی نے اپنی کتاب (روضہ) الکافی میں خداوند عالم کے اس قول :

(بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَنَا أُولَىٰ بَأْسٍ شَدِيدٍ)<sup>(2)</sup> کی تفسیر کے سلسلہ میں امام جعفر صادق - کا یہ قول نقل کیا گیا ہے:

“قال: قوم يبعثهم الله قبل خروج القائم فلا يدعون لآل مُحَمَّدٍ مبغضاً الاقتلوه”

(1) بحار الانوار، 52، ص/63

(2) اسراء، 5

امام جعفر صادق - نے فرمایا: "اس سے مراد وہ قوم ہے جسے خداوند عالم قائم کے ظہور سے پہلے بھیجے گا، اور وہ آل محمد سے کشیدگی اختیار کرنے اور دور رہنے والے کو نہیں بلائیں گے مگر یہ کہ اسے قتل کر دیں گے۔"

### تیاری کی منصوبہ بندی

امام زمانہ کے انقلاب کے لئے زمین کو امادہ کرنا بے حد وسیع و عریض اور اہم مرحلہ ہے اور اس مرحلہ کو سر کرنے کے لئے مومنین کی یہ جماعت دنیا کے ظالموں، استکباری اور طاغوتی طاقتوں کے سامنے اٹھ کھڑی ہوگی جب کہ تمام طاغوتی طاقتیں اپنے تمام اختلافات کو بھلا کر ان کے مقابلہ میں ایک وسیع و عریض متحدہ سیاسی پلیٹ فارم تیار کر لیں گی اور اس پلیٹ فارم کے قبضہ میں ہر طرح کے ممالک، دولت، حکومتی اور سیاسی ہتھیاروں، فوجی طاقت اور ذرائع ابلاغ، روابط اور نظم و نسق جیسے طاقت و قوت کے وسائل ہوں گے۔

یہ تمام وسائل اسلامی بیداری کو میسر و ناپود اور ناکام بنانے کے لئے استعمال کئے جائیں گے۔ لہذا جو جماعتیں دنیا کو امام کے ظہور کے لئے امادہ کرنے کا منصوبہ لے کر اٹھ کھڑی ہوں گی ان کے پاس بھی اسی قسم کے آلات و وسائل موجود ہونا ضروری نہیں بلکہ۔ اس کے علاوہ ان کے پاس ایمانی جذبہ اور جہادی تربیت اور سیاسی شعور بھی تا حد کافی ہونا ضروری ہے کیونکہ تیاری کے اس منصوبہ کے دو حصہ ہوں گے:

## پہلا حصہ

ایمانی جذبہ اور جہادی تربیت نیز سیاسی شعور، یہ چیزیں ان کے مد مقابل کے یہاں مفقود ہوں گی۔

## دوسرا حصہ

وہ تمام سیاسی، فوجی، اقتصادی، انتظامی اور میڈیا اور ذرائع ابلاغ کے وسائل کی فراہمی جو ایسے معرکہ کے لئے ضروری ہیں۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ جو مومن جماعت دنیا کو امام کے ظہور کے لئے تیار کرے گی اس کے لئے ان تمام چیزوں اور قوتوں کی فراہمی ضروری ہے چاہے وہ اس میں اپنے مد مقابل عالمی اتحاد کی برابری نہ کر سکے نیز یہ بھی طے ہے کہ ایک سیاسی نظام اور باقاعدہ کسی حکومت کے بغیر یہ کام ممکن نہیں ہے۔ اور وہ حکومت جس کی بشارت احادیث میں کثرت کے ساتھ دی گئی ہے وہ ظہور کی تیاری کرنے والی جماعت کی ہی حکومت ہوگی اس کے بغیر امام کے ظہور کے فطری اسباب فراہم نہ ہوں گے لہذا اس کا وجود امام کے ظہور سے پہلے یقینی ہے اور یہ بھی طے ہے اس قسم کی قدرت حاصل کرنے کے لئے واقعا جدوجہد کی ضرورت ہے اور صرف تماشائی بنے رہنے یا "انتظار" سے کام چلنے والا نہیں ہے۔

## روایات میں انصار کا تذکرہ

ظہور امام کی تیاری کرنے والی جماعت انصار کی جماعت سے پہلے ہوگی اور اس جماعت کے افراد گذشتہ جماعت کے شاگرد ہوں گے اور یہ لوگ ان سے مختلف خصوصیات اور ممتاز صفات کے حامل ہوں گے۔ اس مقام پر ہم اس جماعت کے بارے میں وارد ہونے والی روایتوں میں سے صرف ایک روایت کو بطور نمونہ ذکر کر رہے ہیں۔ یہ روایت شیعہ اور سنی دونوں طرق سے مروی ہیں اس روایت میں "طالقان" کے جوانوں کا تذکرہ ہے:

## طالقان کے جوان مرد

متقی ہندی نے ”کنز العمال“ میں، سیوطی نے اپنی کتاب ”حاوی“ میں امام مہدی کے ان انصار کے بارے میں یہ روایت نقل کی ہے جن کا تعلق ”طالقان“ سے ہوگا:

”وَيَجَاءُ لِلطَّالِقَانِ فَاِنَّ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ بَهَا كُنُوْزًا لَيْسَتْ مِنْ ذَهَبٍ وَلَا فِضَّةٍ، وَلٰكِنْ بَهَا رِجَالٌ عَرَفُوا اللّٰهَ حَقَّ مَعْرِفَتِهِ وَهَمَّ اَنْصَارُ الْمَهْدِيِّ“<sup>(1)</sup>

”قابل رشک ہے طالقان کیونکہ بے شک وہاں خداوند عالم کے ایسے خزانے ہیں جو نہ سونا ہے اور نہ چاندی بلکہ وہ ایسے مرد ہیں جن کے پاس خداوند عالم کی کامل معرفت ہے یہی کامل المعرفت افراد مہدی کے انصار ہیں۔“

”نتائج المودة قندوزی میں ہے:“ بخِ بَخٍ لِلطَّالِقَانِ“<sup>(2)</sup>

علامہ مجلسی نے بحر الانوار میں یہ روایت نقل کی ہے:

”کنز بالطالقان ما هو بذهب ولا فضة، راية تنشر مذ طويت، ورجال قلوبهم زبر الحديد لا يشوبها شك في ذات الله اشد من الجمر، لو حملوا على الجبال لأزالوها، لا يقصدون براياتهم بلدة الأخرى كما أنّ خيولهم العقبان، يتمسحون بسرح الامام يطلبون بذلك البركة ويحفون به ويقونة بأ نفسهم في الحروب، يبیتون قياماً على أطرافهم ويصبحون على خيولهم“ رهبان بالليل ليوث بالنهار، هم اطوع من الامة لسيدها، كالمصاييح في قلوبهم القناديل وهم من خشيته مشفقون،

---

(1) کنز العمال، 7/ص 26

(2) نتائج المودة، ص 449



يدعون بالشهادة ويتمنون أن يقتلوا في سبيل الله شعارهم: يا لثارات الحسين، اذا ساروا يسير الرعب أمامهم مسيرة

شهر، يمشون الى المولى ارسالاً، بهم ينصر الله امام الحق”

“طالقان میں ایسا خزانہ ہے جو سونا اور چاندی نہیں ہے اور ایک ایسا پرچم ہے جسے جب سے لپٹا گیا ہے وہ کھلا نہیں ہے اور ایسے مرد میدان ہیں کہ ان کے دل اپنی چٹان کے مانند ہیں، جن کے اندر ذات خدا کے بارے میں ذرہ برابر بھس شک نہیں ہے، یہ پتھروں سے زیادہ مضبوط ہیں، اگر یہ پہاڑوں پر (حملہ کر دیں) تو اسے اس کی جگہ سے ہٹا دیں گے۔ اپنے پرچم کو کسی شہر کسی طرف لے کر نہیں بڑھیں گے مگر یہ کہ اسے ویران کر ڈالیں گے۔ گویا ان کے گھوڑے پر ندوں کی طرح ہوں گے، امام کی زمین کو مسح کر کے وہ اس سے برکت حاصل کریں گے اور جنگ میں اس سے انہیں طاقت و قوت ملے گی، رات بھر خدا کی عبادت میں جاگ کر گزارنے والے اور صبح ہونے پر اپنے گھوڑوں پر سوار ہونے والے ہیں۔

راتوں کو راہب (صفت) دن میں شیراز، اپنے اقا کے لئے کنیز سے زیادہ فرمانبردار، چراغوں کی طرح، جیسے ان کے دلوں میں قندیلیں روشن ہوں، خداوند عالم کی خشیت سے خائف، انہیں شہادت کے لئے دعوت دی جائے گی، ان کی تمنا راہ خدا میں شہید ہونا ہے ان کا نعرہ، “یا لثارات الحسین” جب وہ آگے بڑھیں گے تو ان کا رعب و دبدبہ ان سے ایک مہینہ کے فاصلہ پر آگے چلے گا، اپنے مولیٰ کی طرف بڑھیں گے ان کے ذریعہ خداوند عالم امام حق کی نصرت کرے گا۔” (1)

## امام کے اصحاب جوان ہوں گے

روایت سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام کے اکثر اصحاب بھرپور جوان ہوں گے اور

ان میں بوڑھے اور ضعیف افراد بالکل نادر و نایاب ہوں گے۔

علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں یہ روایت نقل کس ہے: ”أصحاب المهدي شباب لا كهول فيهم الا كمثل كحل العين

”(1)“مہدی کے اصحاب جوان ہوں گے ان کے درمیان کوئی بوڑھانہ ہوگا مگر اتنی ہی تعداد (مقدار) میں جتنا اکھ میں سرمہ ہوتا ہے۔”

## امام کے انصار کی تعداد

علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں یہ روایت کی ہے: ”فيجمع الله عليه اصحابه، هم ثلاثمئة وثلاثة عشر رجلاً ويجمعهم عليه

علي غير ميعاد فيبايعونه بين الركن والمقام، ومعه عهد من رسول الله قد توارثته الابناء عن الآباء ”(2)

“خداوند عالم ان کے گرد ان کے اصحاب کو جمع کر دے گا ان کی تعداد 313 ہوگی اور خداوند عالم انہیں کسی ميعاد کے بغیر جمع

کردے گا، پھر وہ رکن و مقام کے درمیان اس کی بیعت کریں گے آپ کے ہمراہ رسول خدا کا وہ عہد ہوگا جو اولاد کو اپنے اباؤ و اجداد سے

میراث میں ملتا ہے۔”

---

(1) بحار الانوار، ج/52، ص/334

(2) بحار الانوار، ج/52، ص/238، 239

اکثر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رکن و مقام کے درمیان جو تعداد امام کی بیعت کرے گی یہی لشکرِ امام کے سپہ سالاروں کی تعداد بھی ہوگی۔

### امام کے انصار کے صفات

سب سے پہلے ہم تذکرہ ضروری سمجھتے ہیں کہ اس دور میں جو زبان استعمال ہو سکتی تھی وہ رمزی اور علامتی زبان ہے جس میں تلواروں سے مراد اسلحہ اور گھوڑوں سے مراد جنگی سواری ہے بالکل اسی طرح جیسے، ”رہبان باللیل لیوٹ بالانصار“ (راہبان شب اور دن کو شیراز) بھی ایک طرح کی مجازی تعبیر ہے جس سے رات میں کثرتِ عبادت و تہجد اور دن کے وقت جرات و ہمت مراد ہے۔ جو شخص روہتوں کے لب و لہجہ سے مانوس ہو اس کے لئے اس قسم کے جملات عام بات ہیں۔ اب ہم روہتوں کے مضامین پر غور و فکر کر کے امام کے انصار کی صفات تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں:

#### 1۔ ایسے خزانے جن کے اندر نہ سونا ہوگا نہ چاندی

امام کے انصار، ”خزانے“ ہیں اور خزانہ پوشیدہ دولت کو کہا جاتا ہے، جو کبھی انسان کے گھر میں ہی ہوتا ہے، کبھی اس کے قسروں کے نیچے (زمین میں) ہوتا ہے، کبھی گھر کے اس پاس یا شہر کے اطراف میں ہوتا ہے لیکن انسان کو اس کا علم نہیں ہوتا ہے اس طرح امام کے انصار بھی چھپا ہوا خزانہ ہیں لہذا عین ممکن ہے کہ ان میں سے کوئی ہمارے گھر کے اندر یا پڑوس میں یا شہر میں موجود ہو اور ہم اسے نہ پہچانتے ہوں بلکہ بسا اوقات اسے حقیر بھی سمجھتے ہوں اور ایسے لوگوں کی نظروں میں بھی وہ حقیر ہوں جن کی نظر میں وہ گہرائی نہ ہو جس سے انہیں اس خزانہ کا علم نہ ہو سکے گا۔

بے شک یہ بصیرت و یقین، خدا سے قلبی رابطہ، شجاعت، جرات اور ذات خدا میں اپنے کو غرق کر دینا ان کے اندر ایسے خصوصیات اچانک اور یک بہ یک پیدا نہیں جائیں گے بلکہ یہ صفات ان جوانوں کے نفوس میں پھلنے سے موجود ہوں گے مگر یہ خصوصیات لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہوں گے، بالکل اسی طرح جیسے لوگوں کی نگاہوں سے خزانہ پوشیدہ رہتا ہے۔

## 2- طاقت و قوت

خداوند عالم نے اپنے صالح بندوں ابراہیم و اسحاق و یعقوب کی تعریف اس انداز سے کی ہے:

(وَأَذْكُرْ عِبَادَنَا إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ أُولَى الْأَيْدِي وَالْأَبْصَارِ إِنَّا أَخْلَصْنَاهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ وَإِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْأَخْيَارِ) (1) کسی بھی شخص کی تعریف کی یہ بہترین مثال ہے۔

بے شک بصیرت کے لئے قوت و طاقت ضروری ہے ورنہ اس کے بغیر بصیرت ضائع ہو جائے گی اور اس پر جمود طاری ہو جائے گا اور بصیرت صرف مضبوط اور مستحکم ایمان والے مومن کے اندر ہی پیدا ہو سکتی ہے لہذا اگر مومن کمزور ہو تو اس کی بصیرت بھسی محتم ہو جائے گی قوت کے لئے بھی بصیرت ضروری ہے کیونکہ بصیرت کے بغیر طاقت، ہٹ دھرمی، دشمنی اور تکبر میں تبدیل ہو جاتی ہے اور خداوند عالم نے جناب ابراہیم و اسحاق و یعقوب کی یوں تعریف کی ہے، "اولی الایدی والابصار" ہمارے بندے صاحبان قوت بھی تھے اور صاحبان بصیرت بھی۔

ابھی آپ نے جو روایت ملاحظہ فرمائیں ان میں یہ اشارہ موجود ہے کہ امام مہدی کے انصار صاحب قوت بھی ہوں گے اور اہل بصیرت بھی۔

### 3- شعور اور بصیرت

روایت میں امام کے انصار کے شعور اور بصیرت کا تذکرہ نہایت حسین انداز سے کیا گیا ہے۔ ”کالمصباح کان فی قلبہم القنادیل“ چراغوں کی مانند جسے ان کے دلوں میں قندیلیں روشن ہوں۔ ”بھلا یہ ممکن ہے کہ تاریکی چراغ کو توڑ ڈالے؟ ہاں یہ تو ممکن ہے کہ اندھیرا چاروں طرف سے چراغ کو گھیر لے لیکن وہ اسے گل نہیں سکتا ہے۔

چاہے جتنی زیادہ تاریکی پھیل جائے اور قوتوں کا راج ہو مگر امام زمانہ کے انصار کے دلوں میں شک و شبہ کا گذر نہ ہوگا اس لئے وہ شک و شبہ کا شکار نہ ہوں گے نہ ہی واپس پلٹیں گے اور نہ ہی راستہ جلتے وقت اپنے پیچھے مڑ کر دیکھیں گے ان کی اس صفت کے لئے روایت میں یہ جملہ ہے ”لا یغوبھا شک فی ذات اللہ“ ذات خدا کے بارے میں ان کے یہاں شک کی آمیزش بھی نہ ہوگی چنانچہ۔ شک کی آمیزش کا مطلب شک اور یقین کا مجموعہ ہے۔ بعض اوقات شک یقین کو پارہ پارہ کر دیتا ہے اور شک کو شکست دینے والے یقین کو ثبات حاصل نہیں ہوتا۔ اس صورت حال سے اکثر مومنین دوچار ہوتے رہتے ہیں لیکن امام کے انصار ایسے ہوں گے کہ ان کے یقین میں شک کی آمیزش بھی نہ ہوگی ایسا خالص یقین ہوگا جہاں دور دور تک شک کا شائبہ بھی نہ ہوگا۔

### 4- عزم محکم

اس بصیرت کے نتیجے میں ان کے اندر ایسا مضبوط عزم و حوصلہ پیدا ہو جائے گا جس میں کسی قسم کا شک و تردید یا بازگشت کا سوال نہ ہوگا۔ ان کی اس استحکام کو روایت میں ”الجمر“ کہا گیا ہے جو ایک شاندار مثال ہے کیونکہ شعلہ جب تک روشن رہتا ہے وہ چیز کو جلا کر خاکستر کر دیتا ہے اور روایت کے الفاظ یہ ہیں ”اشد من الجمر“ کہ وہ شعلے سے زیادہ شدید ہوں گے۔ ان کے عزم و حوصلہ کے استحکام کے بہترین مثال ہے۔

ہمیں نہیں معلوم کہ خداوند عالم نے طالقان کے جوانوں کے اندر شعور واگہی، عزم و یقین اور قدرت و طاقت کس کون سی طاقت و دیعت فرمادی ہے؟ کیونکہ اس روایت میں جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں وہ عام طور سے سننے میں نہیں آتے ہیں گویا کہ یہ حدیث ان کی محبت اور شدت عشق کی ترجمانی کر رہی ہے: ”زبرالحديد، كالمصايح، كأنَّ في قلوبهم القناديل، اشد من الجمر، رهبان بالليل ليوث بالنهار“

گویا کہ الفاظ کے دامن میں جتنی وسعت تھی حدیث نے ان جوانوں کے شعور واگہی، قوت و بصیرت اور عزم و حوصلہ کے نفوذ کی عکاسی کے لئے زبان و بیان کی تمام توانائیوں کو صرف کر دیا ہے۔

### 5- قوت و طاقت

روایت میں طالقان کے جوانوں کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ اتنے زیادہ طاقتور ہوں گے کہ اپنے زہلنے میں جن جوانوں کو جانتے ہیں ان کے یہاں ایسی شجاعت کا کوئی نام و نشان نہیں ملتا ذرا اس جملہ پر غور کیجئے: ”كأنَّ قلوبهم زبر الحديد“ گویا کہ ان کے دل اپنی چٹان ہیں۔

کیا آپ نے دیکھا ہے کہ کوئی شخص ہاتھ میں لوہے کا ٹکڑا لے کر اسے پگھلا دے اسے توڑ دے یا نرم کر دے؟ اس کے بعوض ارشاد ہوتا ہے: اگر یہ پہاڑ پر حملہ کر دیں تو اسے اس کی جگہ سے ہٹا دیں گے، اپنے پرچموں کے ساتھ کسی شہر کا رخ نہیں کریں گے مگر یہ کہ اسے دیران کر کے رکھ دیں گے گویا کہ وہ ہوا پر اڑنے والے اپنے گھوڑوں پر سوار ہوں گے۔“

ان عجیب و غریب تعبیروں سے ان کی عظیم قدرت و طاقت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے اور یہ طاقت دنیا پر قابض ظالموں اور جاہلوں کے پاس موجود نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ صرف عزم و ارادہ اور یقین کی طاقت ہے۔

## 6- موت کی آرزو اور شوق شہادت

“يدعون بالشهادة ويتمنون ان يقتلوا في سبيل الله” بے شک موت نوے اور سو سال کے ضعیف العمر اور بوڑھے افراد کو

بھی خوفزدہ کر دیتی ہے جب کہ ان کے پاس دنیا کی کوئی لذت اور خواہشات باقی نہیں رہ جاتی ہیں۔

میرا خیال یہ ہے کہ جس موت کے نام سے بڑے بوڑھے لرز جاتے ہیں یہ جوان عصفوان شباب سے ہی اس کے عاشق اور دیوانے ہوں گے اور شہادت کی محبت دو چیزوں سے پیدا ہوتی ہے اور انسانی زندگی میں اس سے دو فائدے حاصل ہوتے ہیں شہادت کس محبت کی وجہ دنیا سے چشم پوشی اور خدا سے وابستگی اور اسی کی طرف رخ کر لینا ہے۔ لہذا جب انسان اپنے دل میں پائی جانے والی دنیا کی محبت سے نبرد آزما ہے اور اس سے بالکل قطع تعلق کر لیتا ہے اور اس کے فریب میں نہیں آتا تو اس راستہ کی پہلی منزل طے ہو جاتی ہے اور یہ منزل دوسری منزل سے بے حد دشوار ہے۔ جب کہ اس کا دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ انسان کے دل میں خدا کی محبت جاگزیں ہو جائے انسان اس کے ذکر اور محبت کا ہی دلدادہ بن جائے اور ایسے دل کلامک انسان اپنے قلب بلکہ پورے وجود کے ساتھ خدا کی طرف رخ کر لیتا ہے جس کے بعد ایسے افراد کی نظر میں دنیا کی کسی چیز کی کوئی وقعت نہیں رہ جاتی

یہ لوگ دوسروں کے ساتھ دنیا میں زندگی گزارتے رہتے ہیں اور ان کے ساتھ بازاروں اور اجتماعات میں دکھائی دیتے ہیں مگر یہ قلبی اعتبار سے دنیا سے غائب رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو ”حاضر غائب“ کہا جا سکتا ہے یہ موت کے عاشق ہوتے ہیں موت سے محبت کرتے ہیں جب کہ اکثر لوگ موت کے نام ہی سے لرز جاتے ہیں، یہ شہادت کی طرف دعوت دیتے ہیں اور اس میں انہیں اپنے رب سے ملاقات کا سلمان نظر آتا ہے اور ان کے دل میں شہادت راہ خدا کا ایسا ہی شوق ہوتا ہے جیسے عام لوگوں کو دنیا کی رنگینیوں کا شوق ہوتا ہے بلکہ ان کا شوق شہادت لوگوں کے شوق دنیا سے کہیں زیادہ ہوتا ہے۔

بہت کم لوگ ایسے پائے جاتے ہیں جو ان کی معرفت رکھتے ہوں، خاص طور سے اہل مغرب تو ان کی معرفت اور انہیں سمجھنے سے ہی قاصر ہیں اہل مغرب کبھی انہیں خود کشی کرنے والا کہتے ہیں حالانکہ خود کشی کرنے والا اسے کہا جاتا ہے جو دنیا سے ازردہ خاطر ہو جاتا ہے اور اس کے سامنے تمام راستے مسدود ہو جاتے ہیں جب کہ ان جوانوں کے سامنے دنیا کے راستے بالکل کھلے ہوتے ہیں دنیا ان کے ساتھ دل لگی کرے گی اور وہ اپنی تمام زینتوں اور آرائشوں کے ساتھ ان کے سروں پر سایہ فگن ہوتی ہے انہیں اپنے فریب میں پھنسانے کی ہر ممکن کوشش کرتی ہے تو پھر وہ دنیا سے کس طرح ازردہ خاطر ہو سکتے ہیں جب کہ ان کے سامنے دروازے بند نہیں ہوں گے بلکہ وہ اس سے منہ پھیر لیں گے کیونکہ ان کے دل میں خدا کی ملاقات کا شوق ہوگا۔ اہل مغرب کبھی ان لوگوں کو دہشت گرد کہتے ہیں جب کہ یہ دہشت گرد نہیں ہیں بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ وہ دہشت گردی سے نہیں ڈرتے ہیں تو یہ حقیقت سے قریب تر ہے۔



مختصر یہ کہ یہ دونوں چیزیں خدا کی راہ میں شہادت کی بنیاد ہیں لیکن جو چیز شہادت کی محبت سے پیدا ہو تیں ہے وہ عزم و ارادہ اور قوت و طاقت ہے کیونکہ موت کا وہ خواہشمند انسان جو اپنے کو دنیا سے آزاد کر سکتا ہے اس کے اندر وہ عزم و حوصلہ پایا جاتا ہے جو دوسروں کے یہاں یکسر مفقود ہوتا ہے۔

اور اس عزم و ارادہ سے ان لوگوں کا کوئی تعلق نہیں ہو سکتا جو مادی وسائل پر بھروسہ کرنے والے ہیں۔

### 7- متوازن شخصیت

”رہبان باللیل لیوث بالنهار“ اس جماعت کی ایک واضح صفت اور علامت یہ ہے کہ یہ لوگ متوازن شخصیت کے مالک ہوں گے اور یہی ان کی قوت اور نفوذ کا راز ہے یعنی دنیا و آخرت اور قوت و بصیرت کے درمیان توازن قائم رکھنا اور خداوند عالم اسی توازن اور اعتدال قائم کرنے کو پسند کرتا ہے اور افراط و تفریط یا دائیں بائیں جھکاؤ کو ناپسند کرتا ہے جیسا کہ خداوند عالم کا ارشاد ہے: ( **وَابْتِغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا**)<sup>(1)</sup>

”اور جو کچھ خدا نے دیا ہے اس سے آخرت کے گھر کا انتظام کرو اور دنیا میں اپنا حصہ بھول نہ جاؤ۔“

یا خداوند عالم نے ہمیں اس دعا کی تعلیم دی: ( **رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً**)<sup>(2)</sup>

(1) قصص 77/

(2) بقرہ 201/

”پروردگار ہمیں دنیا اور آخرت میں نیکی عطا فرما۔“

دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے: (وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا) (3)

”اور خبردار نہ اپنے ہاتھوں کو گردنوں سے بندھا ہوا قرار دو اور نہ بالکل پھیلا دو کہ (آخرت میں) قابل ملامت اور خالی ہاتھ پیٹھے رہ جاؤ۔“

اسی توازن اور اعتدال میں یہ بھی شامل ہے کہ انسان اللہ کی عبودیت و بندگی اور مومنین کے سامنے افسردگی اور کافر-برین کے مقابل

سیسہ پلائی ہوئی مستحکم دیوار دکھائی دے: ( أَذِلَّةٌ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ ) (4)

”مومنین کے سامنے خاکسار اور کفار کے سامنے صاحب قوت ہوگی۔“

اسی توازن و اعتدال میں یہ بھی شامل ہے کہ خدا پر توکل اور مستقبل کی منصوبہ بندی کے ساتھ محنت و مشقت اور جہد مسلسل کے

درمیان توازن قائم رکھے جیسا کہ امیر المومنین نے خطبہ ہمام میں متقین کی صفات بیان کرتے ہوئے اس توازن و اعتدال کو اس انداز

سے بیان فرمایا ہے: ”فمن علامة أحدهم أنك ترى له قوة في دين، و حزمًا في لين، وعلماً في حلم، وقصدًا في

غنى، وجملاً في فاقة، وصبوراً في شدة، يعمل الأعمال الصالحة وهو على وجل، يبيت حذراً ويصبح فرحاً، يمزج الحلم

بالعلم، والقول بالعمل، في الزلازل وقور، وفي الرخاء شكور، نفسه منه في عناء والناس منه في راحة“ (1)

(3) اسراء/29

(4) مائدہ/54

(1) نوح البلاغ، اقتباس از خطبہ متقین، ج/2، ص/164، شرح محمد عبدہ

“ان کی ایک علامت یہ بھی ہے ان کے پاس دین میں قوت، نرمی میں شدت احتیاط، یقین میں ایمان، علم کے بارے میں طمع، حلم کی منزل میں علم، مالدار کی مینمیانہ روی، فاقہ میں خودداری، سختیوں میں صبر، وہ نیک اعمال بھی انجام دیتے ہیں، خوف زدہ عالم میزات کرتے ہیں فرح و سرور میں صبح، یہ حلم کو علم سے اور قول کو عمل سے ملائے ہوئے ہیں، زلزلوں میں باوقار۔ دشواریوں میں صابر۔ آسانیوں میں شکر گزار۔ دشمن پر ظلم نہیں کرتے ہیں۔ ان کا اپنا نفس ہمیشہ رنج میں رہتا ہے اور لوگ ان کی طرف سے ہمیشہ مطمئن رہتے ہیں۔”

یہ اعتدال، امام کے انصار کی واضح صفت اور پہچان ہے۔

### 8۔ رہبان باللیل لیوٹ بالحد

اس توازن کی طرف روایت کا یہ جملہ اشارہ کر رہا ہے، “رہبان باللیل لیوٹ بالحد” “رہبان شب اور دن میں شہیر نر” واضح رہے کہ دن اور رات انسان کی شخصیت سازی میں دو الگ الگ کردار ادا کرتے ہیں لیکن ان دونوں کے ملنے کے بعد ہی ان کی تکمیل ہوتی ہے اور یہ دونوں ہی ایک مبلغ اور مجاہد مومن کی شخصیت کے لئے بنیادی اعتبار سے ضروری ہیں یہی وجہ ہے کہ اگر رات کسی عبادت میں نہ ہوں گی تو انسان دن میں مشکلات کا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ اور اس کے اندر خاردار راستوں پر سفر جاری رکھنے کی طاقت پیدا نہیں ہوگی اور اگر یہ دن کی جدوجہد نہ ہوگی تو پھر رات بھی قائم باللیل کے لئے سماج میں دین الہی کی تبلیغ کے راستے میں مانع ہو جائے گی۔

اور اس طرح انسان دنیاوی زندگی کے دوسرے مرحلہ یعنی عبادت الہی کے بعد اپنی زندگی کے اہم حصہ سے ہاتھ دھو بیٹھے گا جس کا نام بندگی خدا کی طرف دعوت دینا ہے۔

قرآن مجید میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ دین خدا کی تبلیغ میں نماز شب اہم کردار ادا کرتی ہے تبلیغ اسلام کے ابتدائی دور میں ہی رسول اکرم پر سورہ مزمل نازل ہوا تھا جس میں پروردگار عالم نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ دن کے بھاری اور مشقت اور کاموں کو انجام دینے کے لئے اپنے نفس کو رات کی عبادتوں کے ذریعہ تیار کریں جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

(يَا أَيُّهَا الْمَرْمَلُ فَمِ اللَّيْلِ إِلَّا قَلِيلًا نِصْفَهُ أَوْ انْقِصَ مِنْهُ قَلِيلًا أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْئًا وَأَقْوَمُ قِيلًا إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا) (1)

“اے میرے چادر لیٹنے والے، رات کو اٹھو مگر ذرا کم، اوشی رات یا اس سے بھی کچھ کم کر دو، یا کچھ زیادہ کر دو اور قرآن مجید کو ٹھہر ٹھہر کر باقاعدہ پڑھو، ہم عنقریب

تمہارے اوپر ایک سنگین حکم نازل کرنے والے ہیں، بے شک رات کا اٹھنا نفس کی پالہ کی لئے بہترین ذریعہ اور ذکر خیر کا بہترین وقت ہے، بے شک آپ کے لئے دن میں بہت سے مشغولیات ہیں۔”

اس آیت میں “ناشئة اللیل” (رات کا اٹھنا) کی جو تعبیر استعمال ہوئی ہے یہ انتہائی دقیق اور پر معنی ہے کیونکہ جو انسان اہم اور مشکل کاموں کے لئے اپنے کو تیار کرتا ہے اور رات بھر عبادت میں مشغول رہتا ہے وہی دن کے طاقت فرسا کاموں کو انجام دے سکتا ہے۔

اور خطبہ متعین میں امیر المومنین - نے جناب ہمام کے لئے متعین کی زندگی کے ان دونوں حصوں یعنی رات اور دن کی توصیف اس انداز سے کی ہے:

“أما اللیل فصافون أقدامهم ،تالین لاجزاء القرآن یرتلونه ترتیلاً،

يَجْزُونَ بِهِ أَنْفُسَهُمْ وَ يَسْتَثِيرُونَ بِهِ دَوَاءَ دَائِهِمْ، فَاذَا مَرُّوا بِآيَةِ تَشْوِيقِ رَكْنِهَا طَمَعًا وَ تَطَلَّعَتْ نَفْسُهُمْ إِلَيْهَا شَوْقًا، وَظَنُّوا أَنَّهَا نَصَبٌ أَعْيُنُهُمْ، وَإِذَا مَرُّوا بِآيَةِ فِيهَا تَخْوِيفٌ أَصْغَوْا إِلَيْهَا مَسَامِعَ قُلُوبِهِمْ أَمَا النَّهَارُ فَحُلَمَاءُ عُلَمَاءِ أَبْرَارٍ

أَتَقِيَاءُ قَدْ بَرَّاهُمُ الْخَوْفُ بَرَى الْقِدَاحَ، يَنْظُرُ إِلَيْهِمُ النَّازِرُ فَيَحْسِبُهُمْ مَرْضَى وَمَا بِالْقَوْمِ مِنْ مَرَضٍ ”

”راتوں کے وقت مصلے پر کھڑے رہتے ہیں۔ خوش الحانی کے ساتھ تلاوت قرآن کرتے رہتے ہیں۔ اپنے نفس کو محزون رکھتے ہیں اور اسی طرح ہنسی بیماری دل کا علاج کرتے ہیں۔ جب کسی بیت ترغیب سے گذرتے ہیں تو دل کے کانوں کو اس کی طرف یوں مصروف کر دیتے ہیں جیسے جہنم کے شعلوں کی آواز اور وہاں کی چیخ پکار مسلسل ان کے کانوں تک پہنچ رہی ہو۔ اس کے بعد دن کے وقت تک یہ بردبار علماء اور دانشمندانیک کردار اور پرہیز گار ہوتے ہیں جیسے انھیں تیر انداز کے تیر کی طرح خوف خدا نے تراشا ہو دیکھئے والا انھیں دیکھ کر بیمار تصور کرتا ہے حالانکہ یہ بیمار نہیں ہیں۔ ”

بے شک رات اور دن انسانی زندگی کے دو حصے ہیں جو ایک دوسرے کی تکمیل کرتے رہتے ہیں رات کے کچھ لوگ اور مخصوص حصے ہوتے ہیں، اسی طرح دن کے حصے اور اس کے اپنے لوگ ہوتے ہیں۔ جو دن والے افراد ہوتے ہیں وہ رات کے حصے سے محروم رہ جاتے ہیں اور جو اہل شب ہیں انہیں دن کے حصے خدا کی طرف تبلیغ، اقامہ حق، اور لوگوں کو بدگئی خدا کی طرف دعوت دینے سے مانع ہو جاتے ہیں لیکن امام زمانہ کے ساتھی اہل شب بھی ہوں گے اور مردان روز بھی ہوں گے جنہیں خداوند سرعالم دن اور رات دونوں کے حصوں سے مالا مال کرے گا۔

سمة العبيد من الخشوع عليهم

لله ان ضمتهم الا سحار

فاذا ترجلت الضحى شهدت لهم

بيض القواضب انهم احرار

اگر ان لوگوں کے پاس رات کی دولت نہ ہو تو یہ تنہا زمین پر قابض طاغوتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور اگر یہ اہل روز نہ ہوں تو زمین کو شرک کی گندگی سے پاک کر کے اس پر توحید الہی اور عدل کا پرچم نہیں لہرا سکتے۔ اور اگر یہ اہل شب نہ ہوں گے تو غرور کا شکار ہو کر صراطِ مستقیم سے بہک جائیں گے۔

### دو مرحلے یا دو جماعتیں

ہمارے سامنے دو جماعتیں موجود ہیں: ایک ہم عصر جماعت ہے جس نے مارکسی اشتراکیت اور سرمایہ داری نیز کے دوزم کس شکست اور ان کا جنازہ بگلنے ہوئے دیکھا ہے اس سے زمین امام زمانہ کے ظہور کے لئے تیار ہو رہی ہے۔ یہ ظہور کے لئے تیاری کرنے والی جماعت ہے ”اور دوسرا گروہ“ انصار“ کا ہے۔ لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ صرف دو جماعتیں ہیں یا تاریخ کے دو مرحلے ہیں؟ مجھے نہیں معلوم۔ لیکن بعید نظر آتا ہے کہ یہ عظیم اقدام ایک ہم عصر جماعت کے ذریعہ پورا ہو جائے۔

### انتظار کے دوران ہماری ذمہ داریاں

اس وقت ہم انتظار کے دور سے گزر رہے ہیں ہو سکتا ہے کہ یہ تاریخ اسلام کا سب سے طویل دور ہو تو پھر اس کے دوران ہمارے واجبات اور ہماری ذمہ داریاں کیا ہیں؟ نندہ صفحات میں ہم ان ہی ذمہ داریوں کا مختصر سا خاکہ پیش کر رہے ہیں:

## (1) شعور اور پیداری

شعور و گہمی کی چند قسمیں ہیں:

1- شعور توحید: پوری کائنات کا خالق اللہ ہے دنیا کی ہر چیز اسی کے حکم کی تابع ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اور زمین و سمان کی ہر چیز اسی کے سامنے منحرف ہے کسی شی کا اپنے بارے میں کوئی اختیار نہیں ہے جیسا کہ سورہ اعراف کی 54 ویں آیت میں ارشاد ہے: ”اور فتناب و ماہبتاب اور ستارے سب اسی کے حکم کے تابع ہیں اسی کے لئے خلق بھی ہے اور امر بھی اس کی ذات نہایت ہنس بہا برکت ہے جو عالمین کا پالنے والا ہے۔“

2- سیاسی گھٹن کے دوران وعدہ الہی کا شعور: افسوس اور لاپجاری کی فضائیں گھٹن کے سخت ترین ماحول میں بھی انسان خداوند سرعالم کے اس قول پر یقین و اذعان رکھے اگرچہ ایسے گھٹن کے عالم میں وعدہ الہی پر یقین بہت سخت کام ہے: ( وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ) (1) ”خبردار سستی نہ کرنا، مصائب پر محزون نہ ہونا، اگر تم صاحب ایمان ہو تو سر بلند رہو تمہارے ہنس لئے ہے۔“

یا خداوند عالم کا یہ قول ہے: ( وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ وَنُكَرِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ ) (2) ”اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ جن لوگوں کو زمین میں کمزور بنا دیا گیا ہے ان پر احسان کریں اور انہیں لوگوں کا پیشوا بنائیں اور زمین کا وارث قرار دے دیں، اور انہیں روئے زمین کا اقتدار دیں۔“

(1) ل عمران/139

(2) قصص/5-6

دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے :

( وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ )<sup>(1)</sup> اور ہم نے ذکر کے بعد زبور میں لکھ دیا ہے کہ ہماری زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہی ہوں گے۔ ”یا خداوند عالم کا یہ قول: ( لَأَعْلَبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي )<sup>(2)</sup>“ بیشک میں اور میرے رسول ہی غالب رہیں گے۔ ” یا ارشاد ہوتا ہے: ( وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ )<sup>(3)</sup>“ اور اللہ اپنے مددگاروں کی یقیناً مدد کرے گا۔ ”

3۔ روئے زمین پر مسلمانوں کی حکومت کا شعور: یہ بشریت کی قیادت یعنی امامت کس گواہی ہوگی چنانچہ۔ خداوند عالم کا ارشاد ہے: ( وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا )<sup>(4)</sup>“ ہم نے تم کو درمیانی امت قرار دیا ہے تاکہ تم لوگوں کے اعمال کے گواہ رہو اور پیغمبر تمہارے اعمال کے گواہ رہیں۔ ”

4۔ حیات بشری میں اس دین کے عملی ہونے کا شعور: تبلیغ کے ذریعہ فتنہ و فساد اور موانع کے خاتمہ کا جذبہ جیسا کہ خداوند عالم کا ارشاد ہے: ( وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةً وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ )<sup>(5)</sup>“ اور ان سے اس وقت تک جنگ جاری رکھو جب تک سارا فتنہ ختم نہ ہو جائے اور دین صرف اللہ کا رہ جائے۔ ”

---

(1) اہلباء/105

(2) مجادلہ/21

(3) حج/40

(4) بقرہ/143

(5) بقرہ/193



5- تاریخ اور سماج پر حاکم سنت الہیہ کا شعور: اور ان سنتوں کے ضمن میں تیاری، تمہید اور حرکت و عمل کی ضرورت نیز ان کی خلاف ورزی کا محال ہونا اسی لئے خداوند عالم نے مسلمانوں کو اس فیصلہ کن جنگ کی تیاری کا حکم دیا ہے: (وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ) (1)

## (2) امید و رزو

اگر بندہ خداوند عالم کی قوت و طاقت، سلطنت اور وعدوں سے لو لگائے تو نہ یہ امید فنا ہو سکتی ہے اور نہ ہی ایسا امیدوار ناکام و نامراد ہو سکتا ہے اور اس رزو اور امید کے سہارے ہی ایک مسلمان اپنی رسی کو خدا کی رسی اور اپنی طاقت کو خدا کی طاقت میں ضم کر دیتا ہے اور جو شخص اپنی رسی کو خدائی رسی سے باندھ لے تو پھر اس کی قوت و طاقت اور سلطنت ختم نہیں ہو سکتی ہے۔

## (3) استقامت

رزو کا نتیجہ استقامت و پایداری ہے: بالکل اسی طرح جیسے کوئی ڈوبتا ہوا انسان بچانے والے کسی فرد کو اپنی طرف بڑھتے ہوئے دیکھتا ہے تو پھر پانی کی موجوں کا مقابلہ شروع کر دیتا ہے اور اس مقابلہ کے لئے اس کے اعضاء بدن اور عضلات کے اندر ناقابل تصور حیرت انگیز قوت اور طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔

## (4) حرکت

حرکت کا ہی دوسرا نام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نیز خدا کی طرف دعوت دینا ظہور امام اور پ کی عالمی حکومت کے لئے حالات فراہم کرنا نیز ایسی مومن جماعت کو

مادہ اور تیار کرنے کا نام ہے جو شعور و ادراک ایمان و تقویٰ اور نظم و ضبط اور قوت و طاقت کے میدان میں امام کی مدد کی اہل ہو اور اس کے اندر پ کے ظہور کی تیاری کرنے کی صلاحیت موجود ہو جیسا کہ ل عمران کی 104 ویں آیت میں اشارہ موجود ہے: ”اور قسم تمہیں سے ایک گروہ کو ایسا ہونا چاہئے جو خیر کی دعوت دے، نیکیوں کا حکم دے، برائیوں سے منع کرے اور یہی لوگ نجات یافتہ ہیں۔“

### (5) ظہور امام کے لئے دعا

اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ عمل اور تحریک نیز امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ساتھ ظہور کی دعا کرنا ظہور امام کے قریب ہونے کا ایک بہتر ذریعہ ہے۔ جیسا کہ ظہور امام کے سلسلہ میں کثرت کے ساتھ دعائیں وارد ہوئی ہیں نیز روایتوں میں انتظار کا ثواب بھی بیان کیا گیا ہے ان ہی میں سے ایک یہ دعا بھی ہے جو عام طور سے مومنین کی زبانوں پر رہت ہی ہے: ”اللّٰہم کن لولیک الحجة ابن الحسن، صلواتک علیہ وعلیٰ بائہ فی هذه الساعة و فی کلّ ساعة، ولیاً وحافظاً، وقائداً وناصراً ودليلاً وعیناً، حتیٰ تسکنہ ارضک طوعاً و تمتعہ فیہا طویلاً“<sup>(1)</sup>

خدایا اپنے ولی حضرت حجۃ بن الحسن پر تیرا سلام و درود ان پر اور ان کے بائے طاہرین پر، ان کے لیے اس ساعت میں اور ہر ساعت میں سر پرست محافظ بچھو، مدد گار رہنما اور نگران ہو جاہتا کہ انہیں اپنی زمین میں سکون کے ساتھ سکونت عطا کر اور انہیں ایک طویل مدت تک راحت عنایت فرما۔

(1) مفتیٰ الحسن اعمال شب 23 رمضان

## شکوہ و دعا

امام زمانہ - سے معقول دعائے افتتاح میں ہم یہ شکوہ کرتے ہیں اور پھر ہماری زبان پر یہ - شہیریں جمہلات جاتے ہیں: "اللہم انا نشکوا لیک فقد نبینا، وغیبہ ولینا، وکثرة عدونا، وقلۃ عددنا، وشدہ الفتن بنا، وتظاهر الزمان علینا اللہم انا نرغب الیک فی دولة کریمۃ تعزبنا الا سلام واهله وتذلّ بها التفاق واهله وتجعلنا فیها من الدعاء الی طاعتک والقادة الی سبیلک، وترزقنا بھا کرامة الدنیا والآخرۃ"<sup>(1)</sup>

“خدا یا! ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں اس با عظمت حکومت کا جس سے اسلام اور اہل اسلام کو عزت ملے اور نفاق اور اہل نفاق کو ذلت نصیب ہو ہمیں اس حکومت میں اپنی اطاعت کا طرہ ندر اور اپنے راستے کا قاعدینا دے اور اس کے ذریعہ ہمیں دنیا اور آخرت کی کرامت عنایت فرما دیا! ہم تجھ سے فریاد کرتے ہیں کہ نبی دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں، امام پردہ غیب میں ہیں۔ دشمنوں کی کثرت ہے اور ہماری تعداد کی قلت ہے۔ قتلوں کا زور ہے اور زمانہ نے ہمارے خلاف اتحاد کر لیا ہے۔”

## معقول انتظار

اس طرح انتظار کی دو قسمیں ہیں: با مقصد اور معقول انتظار دوسرے بے مقصد اور غیر معقول انتظار اس دوسرے انتظار کا مطلب نہایت سادگی کے ساتھ ظہور کی علامتوں کی طرف نکھیں لگا کر بیٹھ جانا ہے۔ ہم سمائی چنگھاڑ، زمین کا ہنس جانا، سفیانی خروج،

---

(1) مفتاح الجنان، دعائے افتتاح

دجال جیسی علامتوں کے منکر نہیں ہیں اور اس سلسلہ میں کتابوں میں کثرت کے ساتھ روایات موجود ہیں مگر اب تک صحیح علمی طریقے سے ان کے سلسلہ اسناد کی تحقیق و تفتیش نہیں ہو سکی ہے۔ اگرچہ میں ماضی میں بھی باقاعدہ طور سے ان میں سے بعض روایتوں کی صحت کا پرزور موافق رہا ہوں، لیکن ان بعض روایات کی پر زور تاکید کے باوجود اس وقت سے میں مسئلہ انتظار سے متعلق، خاموش تماشائی ”بے رہنے کا بھی مخالف رہا ہوں، اور میرا خیال ہے کہ یہ طریقہ کار امت کو مسئلہ انتظار کے سلسلہ میں اپنے فرائض اور ذمہ داریوں سے کنارہ کش اور انتظار کے صحیح مفہوم سے منحرف کر دے گا۔

اس کے برخلاف انتظار کی پہلی قسم یعنی، ”بامقصد انتظار“ میں تحریک، امر بالمعروف و نہی عن المنکر خدا اور جہاد کس طرف دعوت سبھی شامل ہیں نیز یہی امام کے ظہور کی سب سے بڑی علامت اور سب سے بہترین ذریعہ ہے کیونکہ مسئلہ ظہور کا تعلق بھس تارح انسانیت پر حاکم الہی سنتوں سے ہے اور یہ سنیں جد و جہد، تحریک عمل کے بغیر جاری نہیں رہ سکتیں۔ صحیح روایات میں مذکورہ علامتیں اجمالی انداز سے ذکر ہوئی ہیں اور میرا خیال ہے کہ ان کا کوئی خاص وقت معین نہیں کیا گیا ہے بلکہ جو لوگ ظہور کا وقت معین کرتے ہیں روایات میں ان کی تکذیب صراحت کے ساتھ کی گئی ہے۔

عبدالرحمن بن کثیر کا بیان ہے: جب امام جعفر صادق - کے پاس مہزم نے ہم اس وقت پ کی خدمت میں تھے۔ تو انہوں نے امام کی خدمت میں عرض کی: ذرا ہمیں اس امر کے بارے میں کچھ بتادیں جس کے ہم متعجب ہیں! کہ یہ کب سر اٹمنے گا؟ تو پ نے فرمایا: ”یا مہزم، کذب الوقاتون وھلک المستعجلون“ (1)

”اس کا وقت معین کرنے والے اور اس سلسلہ میں جلد بازی سے کام لینے والے ہلاک ہو گئے۔“

فضیل بن یسار نے امام محمد باقر - سے سوال کیا: کیا اس امر کا کوئی وقت معین ہے؟۔ تو پ نے فرمایا: ”کذب الوقتون“<sup>(1)</sup> وقت معین کرنے والے جھوٹے ہیں۔

تو کیا ان علامتوں سے ظہور امام کے وقت کا دقیق اندازہ لگایا جا سکتا ہے؟ حقیقت تو یہ ہے کہ ان کا تعلق بھی ہمارے اعمال سے ہے، یہ صحیح ہے کہ زمین کا دھنس جانا یا سمائی چنگھڑا ظہور کی علامت ہے لیکن ہمارے اعمال کی بنا پر ان میں عجلت یا تاخیر ہو سکتی ہے اور یہی فکر ظہور کی ضروری وضاحت اور تاویل میں شامل ہے اور یہی ”بامقصد انتظار“ ہے۔

### مفہوم انتظار کی تصحیح

ہمارے زمانے میں ظہور امام کے بارے میں بحث و گفتگو کا بازار اتنا گرم ہے کہ جس کی مثال مجھے ،ماضی قریب یا بعید میں کسی جگہ نظر نہیں آتی اس طرح مسئلہ ”انتظار“ اس دور کے اہم مسائل میں سر فہرست دکھائی دیتا ہے۔ لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ۔ عوام الناس کے سامنے یہ مسئلہ صحیح انداز سے پیش نہیں کیا گیا ہے اسی لئے ہمارے جوان امام زمانہ کے ظہور اور اس کی علامتوں کو کتابوں کے اندر تلاش کرتے ہیں جب کہ میرے خیال میں یہ طریقہ کار صحیح نہیں ہے بلکہ اس کا صحیح راستہ یہ ہے کہ ہم ظہور امام اور آپ کی عالمی حکومت کو اپنی سیاسی اور سماجی زندگی کے اندر تلاش کریں۔

بے شک کتابوں کے اوراق میں ظہور امام کی اتنی علامتیں نہیں مل سکتی جتنی علامتیں

ہمیں اپنی معاصر سیاسی اور تہذیبی صورتحال نیز ہماری بیداری و شعور، استقامت، وحدت کلمہ سیاسی انسجام و اتحاد، قربانیوں اور تحریکیں سیاسی اور ذرائع ابلاغ میں مل سکتی ہیں۔

ہمارے جوانوں نے ظہور امام کی علامتوں کو تلاش کرنے کے لئے کتابوں کی ورق گردانی کا کر جو راستہ اختیار کیا ہے یہ بالکل معنی اور غلط انداز فکر ہے لہذا مثبت انداز سے انتظار کا صحیح مفہوم بیان کرنا اور لوگوں کو اس کے صحیح اور مثبت انداز سے آگاہ کرنا ہمارا فریضہ ہے۔

انتظار کے ان دونوں مفہیم کا واضح فرق یہ ہے کہ انتظار کے بارے میں پہلا تصور انتظار کے سلسلہ میں انسان کے کردار کو معنی بنادیتا ہے جب کہ دوسرا تصور انسان کے اندر ظہور امام سے متعلق مثبت پر تحرک رخ پیدا کر کے اسے ہماری موجودہ سیاسی، انقلابی صورتحال اور مسائل و مشکلات سے جوڑ دیتا ہے۔

معر بن خلاد نے امام ابو الحسن سے اس لیے کریمہ۔ ( الْم أَحْسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ )<sup>(1)</sup> کس تفسیر میں یہ نقل کیا ہے: کہ امام نے ارشاد فرمایا: "یفتنون کما یفتن الذهب" "انہیں اسی طرح پرکھا جائے گا جیسے سونے کو پرکھا جاتا ہے" پھر آپ نے فرمایا: "یخلصون کما یخلص الذهب" (2) "انہیں اسی طرح خالص بنا دیا جائے گا جیسے سونے کو خالص بناتے ہیں"

منصور صیقل بیان کرتے ہیں کہ میں اور ہمارے مومن بھائی حارث بن مغیرہ بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے اور امام جعفر صادق - ہماری باتیں سن رہے تھے تو آپ نے ہمیں مخاطب کر کے فرمایا: "فی ائی شیء ائنتم ہا ہنا؟ ہیہات لا واللہ لا یکون ما

(1) عنکبوت 2-1

(2) الزام الناصب، ج 1، ص 261

تَدُونِ إِلَيْهِ أَعْيُنَكُمْ حَتَّى تَمَيِّزُوا” تم یہ کیسی گفتگو کر رہے ہو؟ بہت بعید ہے خدا کی قسم جس چیز پر تمہاری نظریں لگیں ہوئی ہیں یہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک تم ایک دوسرے سے ممتاز نہ کر دیئے جاؤ۔

امام جعفر صادق - نے منصور سے فرمایا: “یا منصوران ھذا الامل لا یأتیکم الا بعد ایاس، لا واللہ حتی تمیزوا، لا واللہ حتی یشقی من یشقی ویسعد من یسعد”<sup>(1)</sup>

“اے منصور، یہ امر ملاوسی کے بعد ہی تمہارے سامنے آئے گا، خدا کی قسم جب تک ایک دوسرے سے ممتاز نہ کر دیئے جائیں، نہیں خدا کی قسم، بلکہ جسے شقی و بد بخت ہونا ہے وہ شقی و بد بخت اور جسے خوش قسمت ہونا ہے وہ خوش قسمت اور سعادت منس نہ ہو جائے۔”

اس طرح امام زمانہ کے ظہور کا تعلق کتابوں میں مذکور علامات سے کہیں زیادہ ہمارے عمل، باطن، امتحان، جہر و جہر اور سعادت و شقاوت سے ہے اور اس بارے میں عمیق انداز سے غور و فکر کرنا اور اسے ثابت کرنا ہمارا فریضہ ہے۔

### معنظر کون، ہم یا امام؟

اس انداز فکر کے مطابق یہ مسئلہ بالکل برعکس ہے کہ ہم امام کے معنظر نہیں بلکہ امام ہماری جدوجہد، سعی و حرکت، استقامت اور جہاد کے معنظر ہیں!

لہذا اگر امام کے ظہور کا تعلق ہماری سیاسی اور سماجی نقل و حرکت اور جدوجہد سے ہے تو پھر اس کو ہم ہی واقعیت میں تبدیل کر سکتے ہیں۔

یا دوسرے الفاظ میں یوں سمجھ لیا جائے کہ ہمارے اندر یہ صلاحیت موجود ہے کہ ہم اپنے کردار و عمل، جدوجہد، وحدت کلمہ، انسجام و اتحاد، ایثار و قربانی اور امر بالمعروف کے ذریعہ امام کے ظہور کی راہ ہموار کر دیں۔ اور ہمارے لئے یہ بھی ممکن ہے کہ ہم اس سے ایک دوسرے کے سر ڈال کر میدان عمل سے غیر حاضر رہ کر اپنی ذمہ داریوں سے فرار اختیار کر کے اس میں تاخیر کر دیں۔

### انتظار کی قدر و قیمت

در حقیقت یہ با مقصد اور مثبت انتظار ہی اس عظیم قدر و قیمت کا حقدار ہے جس سے نصوص اور روایات نے نوازا ہے۔

جیسا کہ رسول خدا سے منقول ہے: “أفضل أعمال أمتي الانتظار” “میری امت کا سب سے بہترین عمل انتظار ہے۔”<sup>(1)</sup>

آپ ہی سے یہ قول بھی منقول ہے: “انتظار الفرج عبادة” “ظہور کا انتظار عبادت ہے۔” “یہ آپ نے فرمایا: “المنتظر لا أمرنا كالمتشحط بدمه”<sup>(2)</sup> “ہمارے امر کا انتظار کرنے والا اپنے خون سے نہانے والے کی طرح ہے۔”

مختصر یہ کہ روایات میں مذکور انتظار کی اس قدر و قیمت کا تعلق انتظار کے اس صحیح اور مثبت معنی و مفہوم سے ہے اور انتظار کے غلط اور منفی معنی، معطل اور خاموش تماشائی بنے رہنے سے اس کا دور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔

(1) الزم الناصب، ج/1، ص/469

(2) اکمل الدین و تمام النعمة، ص/645



## حرکت اور انتظار کا رابطہ

حرکت اور انتظار کے درمیان تقابلی رابطہ

حرکت اور انتظار کے ربط کے سلسلہ میں ہم پہلے گفتگو کر چکے ہیں اور انشاء اللہ اب ہم یہ بیان کریں گے کہ انتظار کسے سہاڑھ حرکت کا کیا ربط ہے؟

## تحریکی عمل

تحریکی عمل ایک تعمیری اور تخریبی مہم کا نام ہے اس لئے اسے مسلسل مزاحمت اور مشکلات اور پریشانیوں کے چیلنج کا سہاڑھ کرنا پڑتا ہے اگر یہ تحریک صرف تعمیری ہوتی اور تخریب سے اس کا کوئی تعلق نہ ہوتا تو پھر اس کی راہ میں اتنی زحمتیں اور پریشانیوں نہ ہوتیں۔ اصل یہ تخریبی کارروائی موجود ہ سیاسی نظام کے خلاف ہوتی ہے اور ہر سیاسی نظام سے کچھ افراد وابستہ ہوتے ہیں جو اس سے فائدہ اٹھاتے رہتے ہیں اور وہی اس کا دفاع بھی کرتے ہیں۔ اور توحید کی طرف دعوت بھی بعینہ ایسی ہی تحریک تھی اسی بنا پر اس دعوت کے ساتھ ”جنگ و جہاد“ دونوں شامل ہیں جسے خداوند عالم ارشاد ہے: (وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةً وَيَكُونَ الدِّينُ كُلَّهُ لِلَّهِ) (1)

اور یہ ممکن نہیں ہے کہ یہ تحریک قتنوں کا خاتمہ کئے بغیر اور دنیا ئے شرک کے مفاد پرست اہل سیاست کے پچھائے ہوئے جہاں کو پارہ پارہ کئے بغیر لوگوں کے درمیان اپنا اثر ورسوخ قائم کر لے۔ اور یہ بھی طے ہے کہ جنگ و جہاد کے بغیر صرف زبانی تبلیغ سے ان قتنوں کا ازالہ ممکن نہیں ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ توحید کا پرچم سیاست اور سماج سے خالی کسی میدان میں نصب نہیں ہوگا بلکہ اسے تو شرک الود مقدمات پر لہرانا ہے لہذا جب تک شرک کا خاتمہ نہ ہو جائے اس وقت تک خدائی تبلیغ کا استحکام ممکن نہیں ہے۔

### تحریکی عمل کا عنوان

اسی بنا پر مشرکانہ قیادت و رہبری توحیدی تحریک کی راہ میں ہر ممکن رکاوٹ کھڑی کرتی ہے اور خدا کی طرف دعوت دینے والوں کے راستے میں کبھی قتنہ و فساد کو ہوا دیتی ہیں تو کبھی بارودی سرنگیں پچھا کر ان کا راستہ روکنے کی کوشش کرتی ہیں لہذا توحید پر کسی طرف دعوت دینے کا مطلب ان تمام قتنوں کا ازالہ، اور ان تمام رکاوٹوں کو ہٹا کر دنیا ئے شرک کے چیلنج کا جواب دینا ہے۔ ظاہر سی بات ہے کہ ان دونوں چیزوں (چیلنج اور مقابلہ) کی وجہ سے خدا کی طرف دعوت دینے والوں کو اپنی جان، مال اور اولاد ہر طرح کی قربانی پیش کرنا ہوتی ہے اور اس کے لئے انہیں جان توڑ کوشش کرنے کے علاوہ بے شمار نقصانات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

### تحریک ایک فریضہ

ان ہی اسباب کی بنا پر قرآن مجید نے تحریک اور جد و جہد پر بے حد زور دیا ہے اور خاص تاکید کی ہے اگر توحیدی تحریک میں اتنی زحمتوں اور مشقتوں کا سامنا نہ ہوتا تو پھر اس قدر تاکید کی کوئی ضرورت نہیں تھی جیسا کہ خدا وند عالم کا ارشاد ہے:

(وقوموالله قانتين) (1)

(وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَأَنْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ) (2)

(فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ) (3)

(ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ) (4)

(اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ) (5)

(جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ) (6)

(وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ) (7)

(انفروا خفاً و ثقلاً وجاهدوا بأموالكم و أنفسكم في سبيل الله) مسلمانو! تم ملے ہو یا بھاری گھر سے نکل پڑو اور راہ خدا

میں اپنے اموال اور نفوس سے جہاد کرو۔ (8)

(وَأَقْتُلُوهُمْ حَيْثُ تَقِفْتُمُوهُمْ) اور مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کر دو (9)

(وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ) اور تم بھی ان سے راہ خدا میں جہاد کرو۔ (10)

(1) اور اللہ کی بارگاہ میں خضوع و خضوع کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ۔ بقرہ/238 (2) نیکیوں کا حکم دو برائیوں سے منع کرو۔ لقمان/17

(3) لہذا آپ کو جس طرح حکم دیا گیا ہے اسی طرح استقامت سے کام لیں۔ ہود/112 (4) آپ اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دیں۔ نحل/125

(5) اس خدا کا نام لے کر پڑھو جس نے پے دا کے ہے۔ علق/1 (6) پے غمبر! کفار و منافقین سے جہاد کے لئے۔ توبہ/73

(7) اور انہوں نے راہ خدا سے جہاد کے۔ بقرہ/218 (8) توبہ/41

(9) بقرہ/191 (10) بقرہ/190

( وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةً ) اور تم لوگ ان کفار سے جہاد کرو یہاں تک کہ فتنہ کا وجود نہ رہ جائے۔ (1)

دو ٹوک اور صریح آیت کریمہ میں ایسے لب و لہجہ میں حرکت و تبدیلی کا حکم شرک کے مقامات پر توحید کا پرچم لہرانے اور دعوت توحید کی راہ سے رکاوٹیں ہٹانے کے لئے ہے۔

### انسانی کمزوری

انسان اس قسم کی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے سے قاصر ہے اور اپنے اندر ان تمام مشکلات اور مصائب کا مقابلہ کرنے کی قوت و طاقت نہیں پلایا کیونکہ توحید اور شرک

کے درمیان لڑائی بے حد خون ریز اور شدید ہوتی ہے اس لئے عام انسان اس قسم کے محاذ پر تن تنہا اور مومنین کس تھوڑی سی تعداد کے ساتھ دشمن کے مقابلہ سے کتراتا ہے۔

عموماً لوگ پہلو تہی میں ہی عافیت محسوس کرتے ہیں مگر یہ کہ خداوند عالم اسے اس پہلو تہی اور فکر عافیت سے محفوظ رکھے۔ خیرا کی راہ میں اٹھ کھڑے ہونے والوں کی راہ میں یہ سب سے پہلی رکاوٹ آتی ہے اور پھر یہی کمزوری طاغوت اور اس کے ساتھیوں کے مقابلہ میں خوف اور بزدلی کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے یا اس سے جہد مسلسل کے بجائے تھکن کا احساس ہوتا ہے کبھی انھیں مقابلہ جاری رکھنے میں مایوسی کے آثار نظر آتے ہیں کبھی عافیت اور راحت و آسائش کو ترجیح دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ منزل کو پا لینے والوں کے مقابلہ میں ان لوگوں کی تعداد بہت زیادہ ہے جو ہمت ہار کر راستہ میں ہی پیٹھے رہ گئے۔

## تباہی سے محفوظ رہنے کے طریقے

اس مقام پر ان اسباب و عوامل کا تذکرہ بھی ضروری ہے کہ جن کے ذریعہ ہم اس پر نشیب و فراز راستے پر پھسلنے سے محفوظ رہ سکتے ہیں اور وہ ہمیں شیطان اور ہمارے نفس کی کمزوری سے بچا سکتے ہیں اگرچہ باعمل افراد کی زندگی میں محفوظ رکھتے اور بچانے والے اسباب و وسائل بے شمار ہیں لیکن اس مقام پر ہم ان میں سے صرف چار چیزوں کا تذکرہ کر رہے ہیں جنہیں قرآن مجید نے ذکر کیا ہے:

1- صبر اور نماز سے استعانت

2- ولاء (پسی میل محبت اور اتحاد)

3- تاریخی میراث

4- انتظار

ذیل میں ان وسائل کی مختصر وضاحت پیش کی جا رہی ہے:

### 1- صبر اور نماز سے استعانت

خداوند عالم کا ارشاد ہے: ( **وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ** ) ”صبر اور نماز کے ذریعہ مدد مانگو۔“ (1)

دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے: ( **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ** ) (2) ”ایمان والو! صبر اور

نماز کے ذریعہ مدد مانگو بیشک خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“

---

(1) بقرہ/45

(2) بقرہ/153

جب رسول اکرم مشرکین کے ساتھ ایک خونریز جنگ میں مصروف جہاد تھے تو اس لڑائی کے درمیان خداوند عالم نے سورہ ہود کے ذریعہ رسول خدا کے دل کو تقویت عطا فرمائی اور ان کے سامنے توحید کے طولانی سفر کا قصہ بھی بیان کر دیا اور اس کے تذکرہ کے بعد خداوند عالم نے پیغمبر اکرم سے خطاب فرمایا: ( فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ وَلَا تَزْكُنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَى النَّهَارِ وَزُلْفًا مِنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذَلِكَ ذِكْرَى لِلذَّاكِرِينَ وَأَصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ) (1)

”ہذا آپ کو جس طرح حکم دیا گیا ہے اسی طرح استقامت سے کام لیں اور وہ بھی جنہوں نے آپ کے ساتھ تھ تو آپ کو لیں ہے اور کوئی کسی طرح کی زیادتی نہ کرے کہ خدا سب کے اعمال کو خوب دیکھنے والا ہے اور خبردار تم لوگ ظالموں کی طرف جھکاؤ اختیار نہ کرنا کہ جہنم کی آگ تمہیں چھولے گی اور خدا کے علاوہ کوئی تمہارا سرپرست نہ ہوگا اور تمہاری مدد بھی نہیں کی جائے گی، اور پیغمبر آپ دن کے دونوں حصوں میں اور رات گئے نماز قائم کریں نیکیاں برائیوں کو ختم کر دینے والی ہیں اور یہ ذکر خدا کرنے والوں کے لئے ایک نصیحت ہے اور آپ صبر سے کام لیں کہ خدا نیک عمل کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا ہے۔“

صبر، الہی سنتوں میں حتمی اور ثابت سنت ہے اور معرکہ الہی سنتوں کے مطابق سر ہوتے ہیں۔ ہذا جو شخص کسی معرکہ میں فتح حاصل کرنا چاہتا ہے اس کے لئے ان الہی سنتوں کی شناخت ان پر ثابت قدمی ضروری ہے اور سنت الہی کی راہ میں جو دشواری، زحمت یا

رکاوٹ ائے اس کا تحمل کرنا بھی ضروری ہے اور میدان جنگ میں دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے اور قوت و طاقت یا سیاست اور پروٹیکشن کے میدان میں اس کے برابر وسائل مہیا کرنا یہ سبھی چیزیں صبر کا حصہ ہیں۔

صبر کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ انسان اپنے دشمن کو برداشت کرتا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ دشمن کے مقابلہ میں ثابت قدمی کے ساتھ ڈٹا ہے اور اس کے مقابلہ میں پسپائی یا روگردانی اختیار نہ کرے بلکہ اس کا منہ توڑ جواب دے کر خود اسے پرہیز کرنے پر مجبور کر دے اور یہی صبر کے صحیح اور مثبت معنی ہیں۔

نماز یا دعا اور ذکر الہی کی علامت ہے نماز کے ذریعہ خدا سے رابطہ مضبوط ہوتا ہے لہذا جنگ اور معرکہ ارائی کے درمیان ایک مسلمان کے لئے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنا اور کثرت کے ساتھ اس کا ذکر کرتے رہنا بیحد ضروری ہے نیز وہ خدا سے طاقت اور عزم و حوصلہ کی دعا بھی کرتے رہنا چاہئے اور اپنی رسی کو خدا کی رسی سے باندھ لے چنانچہ جب انسان میدان جنگ میں اپنی رسی کی گرہ خدا کی رسی میں لگالے (خدا سے وابستہ ہو کر خود کو اس کے حوالہ کر دے) تو پھر اسے نہ خوف ہو گا اور نہ اس کے اندر رزبدلی پیسرا ہو گی اور نہ وہ ناتوانی و کمزوری کا احساس کرے گا۔ اور نماز و صبر کے معنی یہی ہیں۔

## 2- ولاء

(ان ہذہ امتکم امة واحدة)

تمام مسلمان ایک لڑی میں پروئے ہوئے دانوں کی طرح ہیں، ان میں ہر ایک سے دوسرے کا تعلق ہے اور اسلامی اخوت و محبت کے رشتہ نے انہیں ایک دوسرے سے ایسے جوڑ رکھا ہے جیسے بدن کے اعضاء ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ اخوت و محبت کا رشتہ “ولاء” سے تعلق رکھتا ہے۔ جس طرح اللہ، اس کے رسول اور ائمہ کو تمام مسلمانوں پر ولایت حاصل ہے کم و بیش ایسی ہی قربت و ولایت مومنین کو ایک دوسرے کے سلسلہ میں حاصل ہے۔

یہی وہ قرابت و محبت ہے جس نے پوری امت مسلمہ کو ایک دھاگے میں پرو کر ایک دوسرے سے اس طرح جوڑ دیا ہے کہ وہ ایک منظم ہاد کی طرح دکھائی دیتے ہیں اس کی طرف قرآن مجید کی اس آیت میں ارشاد موجود ہے: ( وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ )<sup>(1)</sup>

”مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔“

اس دوستی کے نتیجے میں ان کے درمیان پسی محبت، ایک دوسرے کی امداد، کفالت، تعاون، صلح و صفائی اور وعظ و نصیحت کس فضا ہموار ہوتی ہے۔

اور جس قوم کے درمیان اتنے مضبوط اور مستحکم تعلقات استوار ہوئے ہوں وہ قوم جنگ کے میدان میں بالکل ٹھوس اور مضبوط ہوتی ہے اور اسی مقصد کے لئے خداوند عالم ان رشتوں کو اور مضبوط کر دیتا ہے یہاں تک کہ پوری امت کا اتحاد ایک خاندان کے اتحاد سے زیادہ قوی ہو جاتا ہے۔

اور پھر جب اس امت کا مشن میدان میں رہ کر دشمنوں سے مقابلہ اور معرکہ اراٹنی ہے تو اس کے لئے اندر سے بے حسر مضبوط اور مستحکم اور ٹھوس ہونا بھی ضروری ہے۔

اسی وقت وہ اپنے اوپر ہونے والے کمر شکن حملوں کا منہ توڑ جواب دے سکتی ہے اور یہ کام پسی ولایت، اتحاد، اخود و محبت سے ہی ممکن ہے کہ ان سے تمام مسلمانوں کے ہاتھ



مضبوط ہوتے ہیں اور انہیں ایک دوسرے کی پشت پناہی حاصل رہتی ہے اس کے بغیر یہ قوم اس طولانی معرکہ اراؤں میں کفر و نفاق کے سامنے بالکل نہیں ٹھہر سکتی ہے۔ متحد قوم اللہ تعالیٰ کی رسی سے وابستہ ہوتی ہے اور گویا کہ کفر کے مقابل یہ ایک اہنی چٹان، ایک وجود، ایک خاندان اور ایک ہی جماعت ہے: (وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا)<sup>(1)</sup> اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہو اور آپس میں تفرقہ نہ پیدا کرو۔”

اس ایہ کریمہ میں خداوند عالم نے پہلے تو ان لوگوں کو میدان جنگ میں خدا کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہنے کا حکم دیا ہے اور دوسرے یہ کہ حبل اللہ کو مضبوطی سے تھامنے کا حکم سب کے لئے ہے نہ کہ چند افراد کے لئے۔ کیونکہ جنگ کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ اس میں طرفین میں سے ہر ایک اپنی پوری طاقت و قوت صرف کر دیتا ہے اور اس امرت کسی قوت و طاقت کا راز دو چیزیں ہیں: ”اللہ کی رسی سے مضبوط و استغلی ” اور ” اتحاد و اجتماع“

### 3- تاریخی میراث

اس قوم کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ میدان جنگ میں اپنے بزرگوں کی تاریخ کو بھی اپنے پیش نظر رکھے کیونکہ۔ اپنی گزشتہ تاریخ اور اس کی مضبوط اور گہری بنیادوں کی معرفت سے راہ خدا کی طرف دعوت دینے والوں اور اس کے دین کے مبلغین کے اسرار اپنے دشمنوں کے سامنے بیحد قوت و طاقت اور منانیت و استحکام پیدا ہوتا ہے کیونکہ تاریخ کی اس عظیم تحریک کی جڑیں خشک یا ناقص نہیں ہیں بلکہ اس کی جڑیں تو جناب اوم سے جناب

نوح و ابراہیم اور رسول خدا تک ہر تاریخ کی گہرائیوں میں نظر آتی ہیں۔ اور جو تحریک اندر سے اتنی گہری اور تاریخی حیثیت کی حامل ہو اور اس نے مشرکین کی من مانی اور ان کے مکروفریب کے مقابلہ میں برس با برس تک استقامت و پائیداری کا مظاہرہ کیا ہو وہی معرکہ۔ ارائی میں ان کا مقابلہ کرنے کی حقدار ہے۔ بیٹک وحدت پرست امت روئے زمین پر ایک ایسا درخت ہے جس کی جڑیں زمین میں ثابت و استوار اور شاخیں آسمان میں پھیلی ہوئی ہیں۔

( اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ تُؤْتِي أَكْثَرًا حُلًّا حِينَ يَأْذِنُ رَبُّهَا وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ) (1)

”کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کس طرح کلمہ طیبہ کی مثال شجرہ طیبہ سے بیان کی ہے جس کی اصل ثابت ہے اور اس کی شاخ آسمان تک پہنچی ہوئی ہے، یہ شجرہ ہر زمانہ میں حکم خدا سے پھل دیتا رہتا ہے اور خدا لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے کہ شاید اسی طرح ہوش میں آجائیں۔“

اسی طرح شرک بھی ایک متحدہ محاذ اور ایک ہی خاندان کی مانند ہے مگر یہ خاندان ایسا ناقص ہے جس کا ڈیل ڈول زمین کے اوپر تو دکھائی دیتا ہے مگر اس کی کوئی ٹھوس بنیاد نہیں ہے۔ لہذا توحید خدا کی طرف دعوت دینے والی جماعت کے لئے یہ بے حس و ضروری ہے کہ تاریخ کے اور اق میں جس نقطہ سے ان کا رشتہ جڑا ہوا ہے وہ اس کا گہرائی سے جائزہ لیں

اور صدیقین، صالحین، اہل رکوع و سجود، اہل ذکر اور مبلغین راہ خدا سے اپنے رابطہ کو مستحکم سے مستحکم تر بنائیں۔

اسی عظیم میراث کی بنا پر ہم امام حسین - کی خدمت میں سلام و تحیت کا نذرانہ پیش کرتے ہیں جو انہیں اپنے اہل و عیال اور یعیسیٰ حضرت اوم، نوح، ابراہیم اور رسول خدا سے میراث میں ملی تھی اور اسی لئے ہم زیارت میں انہیں یہ کہہ کر سلام کرتے ہیں:

“السَّلَامُ عَلَیْكَ يَاوَارِثَ آدَمَ صَفْوَةَ اللَّهِ، السَّلَامُ عَلَیْكَ يَاوَارِثَ نُوحٍ نَبِیِّ اللَّهِ، السَّلَامُ عَلَیْكَ يَاوَارِثَ اِبْرَاهِیْمَ خَلِیْلِ

اللَّهُ”

“اے اوم صفی اللہ کے وارث اپ پر سلام ہو، اے نوح نبی اللہ کے وارث اپ پر ہمارا سلام ہو، اے خلیل خدا ابراہیم کے وارث اپ پر ہمارا سلام ہو۔”

لہذا معرکہ اربائی کے میدان میں یہ بے حد ضروری ہے کہ انسان ماضی کے ان گہرے رشتوں کو نظر میں رکھتے اور ان کس طرف متوجہ رہے کیونکہ اس کے ذریعہ خطرناک سے خطرناک مقابلوں میں محفوظ رہ سکتا ہے اور ان سے اسے پشت پناہی بھی حاصل ہوتی ہے۔

#### 4- انظار اور ارزو

انظار انسان کو متحرک اور فعال بنانے کا چوتھا سبب ہے کیونکہ انظار سے انسان کے دل میں امید و ارزو پیدا ہوتی ہے اور ارزو پیسرا ہونے کی وجہ سے اسے استقامت اور متحرک رہنے کی قدرت و طاقت نصیب ہوتی ہے جس کی مثال ڈوبتے ہوئے انسان کے ذیل میں پھلے ہی گزر چکی ہے۔

“زمین صالحین کی میراث ہے ”یا“ امامت مستضعف مومنین کا حق ہے ” اور ”عاقبت متقین کے لئے ہے ” ان تمام باتوں پر ایمان

کی وجہ سے نیک کردار اور صالح و متقی افراد کو

ایسی قوت و طاقت اور ایسی خود اعتمادی حاصل ہوتی ہے کہ ہر طرح کے معرکہ میں ان کے قدم جے رہتے ہیں اور سخت سے سخت اور دشوار ترین حالات میں وہ ظالموں اور جابروں کو چیلنج کر سکتے ہیں اور یہی ایمان ان کو خطرناک مواقع پر پسپائی، ہزیمت اور احساس کمتری کی کا شکار نہیں ہونے دیتا۔

اسی لئے قرآن نے اس حقیقت پر زور دیا ہے: ( **وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ** )<sup>(1)</sup>

قرآن روئے زمین پر صالحین کی وراثت کے بارے میں اسی طرح پر زور انداز سے بیان کرتا ہے جس طرح اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے زبور میں اس کا تذکرہ فرمایا ہے: ( **وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ** )<sup>(2)</sup> اور ہم نے ذکر کے بعد زبور میں لکھ دیا ہے کہ ہماری زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہی ہوں گے۔”

اس تاریخی حقیقت کی اہمیت کی بنا پر مومنین کے اذہان میں اسے راسخ کرنے کی ضرورت اور اسلامی عقلاء کی جانب سے بنیادی حقیقت حاصل ہونے کی وجہ سے خدا و مدعا عالم نے اسے ذکر کے ساتھ ساتھ زبور میں بھی تحریری شکل میں محفوظ کر دیا ہے۔ دنیا کے کمزور اور دبے کچیلے لوگ خدا کے احکام پر عمل پیرا ہوں گے اور اس کی دعوت کے مطابق چلیں گے اور ایمان و عمل صالح کے جوہر سے راستہ ہوں گے تو اس وقت اس خدائی فیصلہ کا اشکار ہونا حتمی و یقینی ہے۔

(1) اعراف/128

(2) انبیاء/105

خداوند عالم کا ارشاد ہے: ( وَتُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ )<sup>(2)</sup> اور ہم یہ۔

چاہتے ہیں کہ جن لوگوں کو زمین میں کمزور بنا دیا گیا ہے ان پر احسان کریں اور انہیں لوگوں کا پیشوا بنائیں اور زمین کا وارث قرار دیں اور انہیں کورونے زمین کا اقتدار دیں۔ ”

یہ دونوں باتیں اگرچہ جناب موسیٰ، فرعون اور ہامان کے قصہ کے ذیل میں ذکر ہوئی ہیں لیکن کمزوروں کی امامت و رہبری کے بارے میں ارادہ الہیہ بالکل مطلق ہے اور اس کے لئے کسی قسم کی کوئی قید نہیں ہے۔ ہاں! البتہ اگر کوئی قید ہے وہ تو صرف وہی ہے جس کی طرف خداوند عالم نے مومنین کرام کو دعوت دی ہے یعنی ”ایمان“، ”عمل صالح“ یہی وجہ ہے کہ خداوند عالم نے کمزور مومنین سے جو یہ وعدہ کیا ہے اس سے انہیں قوت و طاقت اور اعتماد ملتا ہے اور ان کے مشکل حالات و مصائب کو برداشت کرنے کی قوت تھمیل اور استقامت کلاہ پیدا ہو جاتا ہے، اور انہیں وادی پر خار بھی گلزار نظر آتی ہے اور وہ میدان جنگ میں بھی اپنے ہمایائی مظاہروں کی داغ و تحسین حاصل کرتے ہیں اور اس دوران ان کا انداز بالکل ویسا ہی ہوتا ہے جیسے ایک ڈوبتے ہوئے آدمی کو بچانے والے نجات غریق کا انتظار رہتا ہے اسی لئے میدان جنگ میں لڑتے ہوئے مجاہدین کا جذبہ جہاد کچھ اور مہمیز ہو جاتا ہے اور عین لڑائی کے دوران بھی فرعون و ہامان کے مقابلہ میں خدا کے رسول جناب موسیٰ بن عمران اپنی قوم بنی اسرائیل کے ساتھ قدم جمائے ہوئے نظر آتے ہیں یہ صرف وعدہ الہی اور انتظار فرج اور خداوند عالم کی نصرت و مدد کے انتظار کا جوہر اور کرشمہ ہے۔

ذرا سورہ اعراف کی ان آیتوں پر غور فرمائیں:

( قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللَّهِ وَاصْبِرُوا إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ قَالُوا أُوذِينَا مِنْ قَبْلِ أَنْ تَأْتِيَنَا وَمِنْ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا قَالَ عَسَى رَبُّكُمْ أَنْ يُهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ (1)

“موسی نے اپنی قوم سے کہا اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو، زمین اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں جس کو چاہتا ہے وارث بنا دیتا ہے اور انجام کار بہر حال صاحبان تقویٰ کے لئے ہے، قوم نے کہا ہم تمہارے ان سے پہلے بھی ستائے گئے اور تمہارے ان کے بعد بھیس ستائے گئے موسیٰ نے جواب دیا عنقریب تمہارا پروردگار تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے گا اور تمہیں زمین میں اس کا جانشین بنا دے گا اور پھر دیکھے گا کہ تمہارا طرز عمل کیسا ہوتا ہے۔”

ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب موسیٰ - کی پوری کوشش یہ تھی کہ میدان جنگ میں دشمن سے رو برو ہونے کے بجائے اپنی اسرائیل کو خدا کی طرف سے پر امید اور وعدہ الہی پر اعتماد اور مشکلات سے نجات کا ارزو مند بنائے رکھیں اور ان کے دلوں میں اس عظیم خدائی فرمان کو راسخ کر دیں :

( قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللَّهِ وَاصْبِرُوا إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ )

عجیب بات یہ ہے کہ جناب موسیٰ - نے وعدہ الہی کی بنیاد پر “صبر” اور “انتظار” کو ایک دوسرے سے مربوط قرار دیا ہے چنانچہ -

اپ فرماتے ہیں:

( وَاصْبِرُوا إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ) ”صبر سے کام لو، زمین اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں جسے چاہتا ہے

وارث بناتا ہے۔“ جبکہ بنی اسرائیل کی یہ کوشش تھی کہ وہ اپنے نبی کے دھین کو مستقبل کے انتظار کے بجائے یہ کہہ کر ہنس موجوہہ تلخیوں کی طرف متوجہ کریں: ”قَالُوا أُوذِينَا مِنْ قَبْلِ أَنْ تَأْتِيَنَا وَمِنْ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا“ ”ہم تمہارے آنے سے پہلے بھی سستے گئے ہیں اور تمہارے آنے کے بعد بھی سستے گئے۔“ ”چنانچہ جناب موسیٰ نے ان کی طرف دوبارہ رخ کر کے انہیں اسی انداز سے بلاؤں بلکہ یہ اطمینان دلیا کہ وعدہ الہی کا انتظار کریں، اور حالات سازگار ہونے تک وہ صبر و تحمل پر صبر کرتے رہیں: ( قَالَ عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَنْ يُهْلِكَ عَدُوُّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ ) ”موسیٰ نے جواب دیا:“ ”عزیز تمہارا پروردگار تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے گا اور تمہیں زمین میں اس کا جانشین بنا دے گا اور پھر دیکھے گا کہ تمہارا طرز عمل کیسا ہوتا ہے۔“

اسی طرح خداوند عالم بھی یہی چاہتا ہے کہ یہ امت ”وارث“ اور ”انتظار“ کی تہذیب سے راستہ ہو جائے یعنی انبیاء و صالحین کس وارثت اور حالات کی سازگاری اور صالحین کے متعلق وعسرہ الہس کا انتظار۔ توحیدی تحریک میں ایک جانب ”وارثت“ اور دوسری جانب ”انتظار“ ساتھ ساتھ چلتے ہیں بلکہ دوسرے الفاظ میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ”وارثت“ و ”انتظار“ توحید کے دشوار گزار اور طولانی سفر میں دو اہم وسیلہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لہذا ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم قرآن مجید کی ان دونوں تہذیبوں ”وارثت“ اور ”انتظار“ سے اپنے دامن تہذیب و تمدن کو راستہ و پیراستہ کریں۔

## منابع و ماخذ

بحار الانوار، علامہ مجلسی

اکمال الدین و تمام النعمۃ، شیخ صدوق

الزام الناصب

رسالہ الجامعۃ الاسلامیہ شمارہ 45،

صواعق محرقة، ابن حجر

اصول کافی، شیخ کلینی

کتاب مقدس، سفر مزامیر داود مزموور/37

مجمع احادیث امام مہدی بتالیف: ادارہ معارف اسلامی کی علمی کمیٹی: زیر نظر شیخ علی کورانی، ناشر: موسسہ معارف اسلامی، طبع اول (

1411ھ) تم

مسند احمد بن حنبل

مقدمہ ابن خلدون

منتخب الاثر، صافی گلپائے گانی

مفتاح الجنان، شیخ عباس قمی

مسند رک صحیحین، حاکم نیشاپوری

عصر الظہور، علی کورانی

کنز العمال، علی متقی ہندی

نہج البلاغہ

ینایح المودۃ، سلیمان بن ابراہیم قندوزی حنفی



## فہرست

- 4.....حرف اول
- 7.....مقدمہ
- 10.....انخطار اور حرکت کا باہمی رابطہ
- 10.....مسئلہ انخطار کی وضاحت
- 10.....انخطار لا مذہب مکاتب فکر کی روشنی میں
- 11.....انخطار کے بارے میں ما قبل اسلام موجودہ ایمان کا نظریہ
- 11.....انخطار اہل سنت کی نظر میں
- 14.....احادیث انخطار، شیعہ امامیہ کی نظر میں
- 16.....انخطار کی قسمیں
- 19.....تبدیلی کے اسباب
- 20.....انخطار جدوجہد مسلسل یا تعطل؟
- 20.....ظہور میں تاخیر کی وجہ؟
- 20.....پہلا نظریہ
- 21.....دوسرا نظریہ
- 21.....مکملے نظریہ کا تجزیہ
- 27.....اتفاقی انقلاب میں سنت الہی اور غیبی امداد کا کردار
- 29.....روایت میں ظہور کی راہ ہموار کرنے والی جماعت کا تذکرہ
- 30.....1- مشرق میں ظہور کی راہ ہموار کرنے والی جماعت
- 32.....2- خراسان میں راہ ہموار کرنے والے
- 32.....3- ”تم“ اور ”رے“ میں زمین ہموار کرنے والے

- 33.....4- یمن میں زمین ہموار کرنے والے
- 33..... راہ ہموار کرنے والوں کے خصوصیات
- 33.....1- سیسہ پلائی ہوئی جماعت
- 34.....2- چیلنج بننے والی جماعت
- 37.....3- عالمی رد عمل
- 38..... تیاری کی منصوبہ بندی
- 39..... پہلا حصہ
- 39..... دوسرا حصہ
- 39..... روایت میں انصار کا تذکرہ
- 40..... طاقتان کے جوان مرد
- 42..... امام کے اصحاب جوان ہوں گے
- 42..... امام کے انصار کی تعداد
- 43..... امام کے انصار کے صفات
- 43.....1- ایسے خزانے جن کے اندر نہ سونا ہوگا نہ چاندی
- 44.....2- طاقت و قوت
- 45.....3- شعور اور بصیرت
- 45.....4- عزم محکم
- 46.....5- قوت و طاقت
- 47.....6- موت کی ارزو اور شوق شہادت
- 49.....7- متوازن شخصیت
- 51.....8- رہبان باللیل لیوٹ بالانصار

- 54..... دو مرحلے یا دو جماعتیں
- 54..... انظار کے دوران ہماری ذمہ داریاں
- 55..... (1) شعور اور بیداری
- 57..... (2) امید و رزو
- 57..... (3) استقامت
- 57..... (4) حرکت
- 58..... (5) ظہور امام کے لئے دعا
- 59..... شکوہ و دعا
- 59..... معقول انظار
- 61..... مفہوم انظار کی تصحیح
- 63..... معطر کون، ہم یا امام؟
- 64..... انظار کی قدر و قیمت
- 65..... حرکت اور انظار کا رابطہ
- 65..... تحریکی عمل
- 66..... تحریکی عمل کا تلوان
- 66..... تحریک ایک فریضہ
- 68..... انسانی کمزوری
- 69..... تباہی سے محفوظ رہنے کے طریقے
- 69..... 1- صبر اور نماز سے استقامت
- 71..... 2- ولاء
- 73..... 3- تاجی میراث

75.....	4- احتیاط اور ارزو
80.....	منافع و ماخذ